ترے عشق کی اِنتہا چاہتا ہوں

اقبال کی غزلیں فرہنگ کے ساتھ



علامہ اقبالؒ

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں

پروفیسر فتح محمد ملک

اقبال کی غزل

ماضی قریب کی ادبی تاریخ کا یہ واقعہ کتنا عجیب ہے کہ جب ناقدینِ ادب نے غزل کو عدم تسلسل اور انتشارِ خیال کے باعث نیم وحشی اور گردن زدنی قرار دیا، تو قارئینِ ادب ''بالِ جبریل'' کی غزلیات میں اقبال کے مربوط تصوّرِ حیات و کائنات سے روشناس ہو چکے تھے۔ اقبال کی فکری وسعتوں سے ہم کنار ہونے کے بعد اب ظرفِ تنگنائے غزل بقدرِ شوق تھا۔ رسمی غزل کے روائتی پرستاروں کا اقبال کی جدّت آفرینی سے متاثر ہونا تو محالات میں سے تھا۔ حیرت اس پہ ہے کہ ریزہ خیالی کو غزل کا سب سے بڑا عیب گرداننے والوں نے بھی اس نئی غزل سے بے اعتنائی برتی۔ نتیجہ یہ کہ جس وقت یہ لوگ محض پریشاں خیالی کی بنا پر ''غزل کی گردن بے تکلف مار دینے'' کی بے ثمر جدوجہد میں مُبتلا تھے، عین اس وقت اقبال کے ہاں نئی غزل، نظم سے بھی زیادہ مربوط فکر و احساس کی آئینہ دار بنتی جا رہی تھی۔ جب غزل سے دستکش ہو کر نظم سے وابستگی ''بربریت کی قلمرو سے گزر کر تہذیب کی سرحد میں قدم رکھنے'' کے مترادف تھی، اقبال نئے ذہن کو بار بار اپنی غزل کی طرف متوجہ کر رہے تھے:

میں شاخِ تاک ہوں، میری غزل ہے میرا ثمر
اسی ثمر سے مئے لالہ فام پیدا کر

☆

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ زبورِ عجم
فغانِ نیم شبی، بے نوائے راز نہیں

جہاں تک کلام کے خالص شاعرانہ محاسن کا تعلق ہے، اقبال حد سے بڑھے ہوئے انکسار کے خوگر ہیں لیکن شاعری کے فکری اور عملی فیضان کی طرف اشارہ کرتے وقت اپنے ''سوز و ساز و درد و داغ و جستجو و آرزو'' کو ہمیشہ غزل ہی سے موسوم کرتے ہیں۔ یہ شاعرانہ تعلّی نہیں، اپنے معجزۂ فن پر گہرے اعتماد کا اظہار ہے۔ اقبال خود بھی اس بات کا شعور رکھتے تھے کہ ان کی شعری شخصیت کا حسین ترین عکس ان کی غزل میں ہے۔ ''بالِ جبریل'' کی غزلیات اُس وقت وجود میں آئیں، جب اقبال اپنے فنی اور فکری کمالات کے نقطۂ عروج پر پہنچنے کے علاوہ خود کو دریافت کر چکے تھے۔ اُن کی شعری شخصیت تکمیل کے آخری مراحل کو پہنچ چکی تھی۔

اسی اقبال کی میں آرزو کرتا رہا برسوں
بڑی مشکل کے بعد آخر یہ شاہیں زیرِ دام آیا

عجب اتفاق ہے کہ شخصی اور فنی نشوونما کے اوّلین مراحل میں بھی اقبال کے شاعرانہ اظہار کا وسیلہ غزل ہی تھی، اور غزل بھی بیشتر رسمی اور تقلیدی۔ جس وقت اقبال نے اپنا تخلیقی سفر شروع کیا، اُس وقت تک اُردو دنیا غالبؔ کی عظمت اور حالیؔ کی جدّت کو دریافت نہ کر پائی تھی۔ پوری اُردو دنیا میں داغؔ، امیرؔ اور اُن کے شاگردوں کی غزل کی دھوم تھی۔ ادبی رسائل غزلیہ مشاعروں کے ترجمان تھے۔ ایسے میں اگر اقبالؔ نے عام ادبی فضا اور عنفوانِ شباب کی ہنگامی لذّتوں کے طلسم کے زیرِ اثر داغؔ سے تلمذ اور صنم خانۂ امیرؔ کی پرستاری پر فخر کیا ہے تو کچھ عجب نہیں۔ تعجب اس پہ ہے کہ جب لاہور کے بازارِ حکیماں سے لے کر لکھنؤ کے ''خدنگِ نظر'' کے مشاعروں تک، شاعری بندشِ زباں اور لطفِ محاورہ کے جھوٹے تفاخر اور محبوب کے پیکر و پیرہن سے مریضانہ لذّت کے اکتساب کا دوسرا نام تھا، اقبالؔ اس فضا میں رچ بس کر بھی اسی کے ہو کے نہ رہ گئے بلکہ اُنھوں نے بہت جلد اپنی راہ تراش لی:

اقبال لکھنؤ سے نہ دلّی سے ہے غرض
ہم تو اسیر ہیں خمِ زلفِ کمال کے

یہ خمِ زلفِ کمال مشقِ سخن کے زمانے میں معاملہ بندی، وقوع گوئی اور رسمی تصوف کے مضامین پر دسترس سے عبارت تھا۔ ہر چند اس ابتدائی ادبی سیاحت کے دوران اقبال شاعرانہ صناعی اور اظہار و بیان کے مروجہ پیرایوں میں مہارت پیدا کر کے شاعری میں زبان کے اعجاز کو سمجھنے میں مصروف رہے لیکن حُسن و عشق کی روایتی توصیف اور شوخی و شرارت کی مصوّری کے اس دورِ تقلید میں بھی جا بجا فکری تجسس کے نقوش جلوہ گر ہیں۔ اسی تجسس کی بدولت اقبال حیرت انگیز رفتار سے فنّی ارتقا کے ابتدائی مگر کٹھن مراحل طے کرتے ہوئے بہت جلد روایتی تغزل سے انحراف کی منزل پر آ پہنچے:

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ، خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

یہ شعر دورِ اوّل کی آخری غزل کا ہے۔ یہ بتانے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ اقبال کی شاعری کے بعد کے ادوار کو اُن کے قیامِ فرنگ سے کچھ یوں وابستہ کر دیا گیا ہے جیسے اقبال یورپ کا سفر اختیار نہ کرتے تو اُن کی شاعری رسمی شاعری کی حدود سے آگے نہ بڑھتی۔ اس سلسلے میں اقبال کے ترکِ شاعری کے ارادوں اور سر عبدالقادر اور پروفیسر آرنلڈ کے مشوروں کا تذکرہ بھی ضرور کیا جاتا ہے۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ پر درست ہیں مگر اُن سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اقبال یورپ روانہ ہونے سے پیشتر وہ رسمی اور تقلیدی شاعری ترک کر چکے تھے جس نے بزمِ سخن کو بزمِ ماتم بنا رکھا تھا۔ جب اقبال یورپ پہنچے تو اُن کے لب پر یہ صدا تھی:

گیا ہے تقلید کا زمانہ، مجاز رختِ سفر اُٹھائے
ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یارا ہے گفتگو کا

یہ اقبال کے فنی سفر کا وہ موڑ ہے جہاں مجاز رختِ سفر اُٹھا چکا ہے اور حقیقت سے ہم کلام

ہونے کے کٹھن مراحل در پیش ہیں۔ ایسے میں ترکِ شاعری کا ارادہ اس بات کا غماز ہے کہ ابھی سفر کے نئے مراحل کی دشواریوں سے عہدہ برآ ہونے کی تیاری مکمل نہیں ہو پائی۔ یہ عبوری دور بہت جلد ختم ہو جاتا ہے اور اقبال بہ اندازِ دگر غزل سرا ہوتے ہیں:

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہو گی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہو گا
سفینۂ برگِ گل بنا لے گا قافلہ مورِ ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش مگر یہ دریا کے پار ہو گا

یہ غزل اقبال کی آئندہ شاعری کا منشور ہے۔ آگے چل کر جو تصوّرات اقبال کے فکر و فن کا محور قرار پائے وہ سب اس میں موجود ہیں۔ ملوکیت کے استبداد اور تہذیبِ مغرب کے زوال سے لے کر سلطانیِ جمہور کی نوید اور اس نئی دنیا کے لیے ایک نئے نظامِ فکر کی تشکیل کے لیے اپنے فنی عزائم پر اعتماد تک بہت سے تصورات، اس ایک غزل میں سمٹ آئے ہیں۔ یہاں مجھے خلیفہ عبدالحکیم یاد آتے ہیں جنھوں نے جہاں کہیں بھی اس غزل کا حوالہ دیا ہے اسے نظم کہا ہے شاید اس لیے کہ یہاں نہ تو تغزل کا رسمی اور فرسودہ انداز موجود ہے اور نہ ہی غزل کی روایتی پریشاں خیالی اور عدمِ تسلسل کا احساس ہوتا ہے۔ خود اقبال نے اپنی اس نادر تخلیق کو نہ صرف ''بانگِ درا'' کے حصۂ غزلیات میں جگہ دی ہے بلکہ خلافِ معمول اس کی تخلیق کی تاریخ بھی درج کی ہے۔ بعد کی غزلیات پر نظم کی سی تعمیری شان اور فکری تنظیم کی چھاپ رفتہ رفتہ گہری ہونے لگتی ہے۔ یہ فنی عجز نہیں، اعجازِ فن ہے جس کے لیے اقبال شعوری طور پر کوشاں رہے ہیں۔ قیامِ فرنگ کے دوران اقبال نے جرمنی میں فلسفۂ عجم پر جو تحقیقی مقالہ تصنیف کیا تھا، اس کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔

''میرے خیال میں ایرانی ذہن تفصیلات کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے اس میں اُس منظمہ کا فقدان ہے جو عام واقعات و مشاہدے سے اساسی اصولوں کی تفسیر کر کے ایک نظامِ تصورات کو بتدریج تشکیل دیتی ہے۔ ایرانیوں کا تتلی سا

بیتاب تخیل گویا ایک نیم مستی کے عالم میں ایک پھول سے دوسرے پھول کی طرف اُڑتا پھرتا ہے اور وسعتِ چمن پر مجموعی نظر ڈالنے کے ناقابل نظر آتا ہے۔اس کے گہرے سے گہرے افکار وجذبات غزل کے غیر مربوط اشعار میں ظاہر ہوتے ہیں جو اس کی فنی لطافت کا آئینہ ہیں۔ برخلاف اس کے ایک برہمن اس بات کو پوری طرح محسوس کرتا ہے کہ اس کے نظریئے کو ایک مدلل نظام کی صورت میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔"

(عجم کے حسنِ طبیعت اور عرب کے سوزِ دروں کے پرستار اقبال کو اپنی برہمن زادگی کا فخریہ اعتراف ہے۔ کیا عجب تحقیق وتجسس کے دوران فارسی غزلیات میں ایرانیوں کے مابعد الطبیعی تفکر کے منتشر نقوش کی شیرازہ بندی کے کٹھن کام سے دوچار اقبال نے صنفِ غزل کو ریزہ خیالی سے نجات دلانے کی ٹھان لی ہو) اس باب میں اقبال کی کامیابی کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جب ڈاکٹر محمد صادق کو کسی ایسے فن پارے کی جستجو ہوئی جس میں زندگی سے متعلق اقبال کے مرکزی تصورات یکجا موجود ہوں تو اُن کی نظر 'بالِ جبریل' کی ایک غزل پر آ ٹھہری۔

(اقبال کا اصل کارنامہ یہ نہیں کہ اُنھوں نے غزل کو اپنے مربوط اور شیرازہ بند تصورِ حیات وکائنات کی جلوہ گاہ بنایا، بلکہ یہ ہے کہ اُنھوں نے غزل کو قرونِ وسطیٰ کے تعیش، تفنن اور حیات گریز تصوف کی دُھندلی اور خوابناک فضاؤں سے نکال عہدِ جدید کے فکری اور جمالیاتی مطالبات سے ہم آہنگ کیا) خدا، کائنات، آدم اور تقدیرِ آدم کے وہ تصورات جو قرونِ وسطیٰ کے غیر ارتقائی نظریۂ کائنات اور زوال پذیر تمدن کی فکری اساس پر استوار ہو کر سکہ رائج الوقت تھے، اقبال نے اُنھیں فکرِ جدید کی روشنی میں یکسر بدل کر رکھ دیا اور یوں اپنے اور اپنے عہد کے فن کار کے لیے ایک نیا ذہنی پس منظر اور ایک نئی، توانا اور متحرک فکری اساس مہیا کی۔ غزل گو شعرا صدیوں سے حسن وعشق اور تصوف وحکمت کی جن اقدار کی پرستش میں مصروف رہے تھے، مگر جو عہدِ جدید میں فرسودہ ہو چکی تھیں، اقبال نے انھیں نئی

اور انقلابی معنویت سے آشنا کیا۔ ان کے ہاں حُسن وعشق جاگیردارانہ نظام کی فضا اور نفسیات کو بہت پیچھے چھوڑ کر اُس مقام پر آ پہنچتے ہیں جہاں عشق (زندگی) کا مقصود حُسن (محبوب، خدا) میں جذب ہو کر فنا ہونا نہیں بلکہ حُسن (محبوب، خُدا) کو ہمیشہ اپنی ذات میں مسلسل جذب کرتے رہنا ہے۔ عشق فنا کا نہیں بقا کا، انتشار کا نہیں استحکام کا ضامن ہے اور مسلسل تخلیق وارتقاء کی علامت ہے کہ ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ نتیجہ یہ کہ دین و دنیا اور علم وعرفان کی دوئی مٹ جاتی ہے۔ انفعالی تصوف نے اسلام کے انقلابی تصورات کے اردگرد جو دُھند پھیلا رکھی تھی وہ چھٹ جاتی ہے:

✯ کمالِ ترک نہیں آب و گِل سے مہجوری
کمالِ ترک ہے تسخیرِ خاکی و نوری

☆

✯ خودی سے اس طلسمِ رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا

☆

✯ اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

☆

✯ وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کُل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا

غبارِ راہ یعنی دُکھی اور پامال انسانیت میں خدا کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے۔ نگاہِ عشق ومستی میں یہی اوّل اور یہی آخر ٹھہرتی ہے اور اقبال اس سے یوں مخاطب ہوتا ہے؛

✯ کرمکِ ناداں طوافِ شمع سے آزاد ہو
اپنی فطرت کے تجلی زار میں آباد ہو

حُسن و عشق کے ان زمین و آسمان اور زمان و مکاں میں فکر و تخیل کی پرواز کے لیے جو وسعت توانائی اور فعالیت درکار ہے، اُسے اپنی ذات میں نہ پا کر اقبالؔ کے بعض نقاد اس نئی غزل پر معترض ہوئے ہیں۔ بعض نے تو اسے عبدالسلام ندوی کی طرح سرے سے غزل ماننے سے ہی انکار کر دیا ہے۔ بعض فراقؔ گورکھپوری کی طرح گومگو کے عالم میں ہیں کہ اسے غزل کہیں یا نظم اور بعض کو وزیر آغا کی طرح یہ غزل افکار کے بوجھ تلے کراہتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ روایتی تغزل کے یہ پرستار اس نئی غزل کو زبان اور مضمون دونوں حیثیتوں سے ہدف تنقید بناتے ہیں:

۱۔ ''غزل کی ایک خاص زبان ہے جو نرم، لطیف، شیریں، خوشگوار اور لوچدار ہوتی ہے۔ ان غزلوں کی زبان ان اوصاف سے بالکل خالی ہے۔ غزل میں جو مضامین بیان کیے جاتے ہیں وہ خود بھی نہایت لطیف و نازک ہوتے ہیں اور یہ غزلیں اس قسم کے لطیف مضامین سے خالی ہیں۔'' (عبدالسلام ندوی۔ ''اقبال کامل'')

☆

۲۔ (اقبال نے غزل کو ایک مخصوص فلسفۂ حیات اور اندازِ نظر کے لیے استعمال کرنے کی کوشش کی ہے تو اس سے غزل کا لوچ، دھیمی لے اور سرگوشی میں بات کرنے کا انداز قائم نہ رہ سکا۔'' (وزیر آغا۔ ''اُردو شاعری کا مزاج'')

☆

۳۔ ''اقبال نے غزل کے بدن اور چولے میں ایک ایسی شاعری پیش کی جو داخلی ہوتے ہوئے بھی گوشت پوست کی شاعری سے بہت دُور تھی۔ اقبال نے غزل کے تمام اشاروں اور علامتوں کو تو لے لیا لیکن غزل کو اتنا مقصدی بنا دیا کہ ہم یہ سوچتے رہ جاتے ہیں کہ اسے غزل کہیں یا نظم؟'' (فراق گورکھپوری۔ ''نقوش'' لاہور)

موہوم لطافت، مجہول نزاکت اور جسمانی احساسِ تلذذ کے پرستاروں کے یہ گلے

شکوے اقبالؔ کے روحِ معنی اور روحِ نغمہ کو نہ سمجھنے کا نتیجہ ہیں۔ یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے یہ کہا جائے کہ اقبالؔ، اقبال کیوں ہیں، سیماب اکبر آبادی یا نوح ناروی کیوں نہیں؟ جو شاعر اپنے عہد کے فن کار سے یہ مطالبہ کرے:

اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن
نعرۂ لا پیشِ نمروداں بزن

اس کے ہاں نزاکت اور نغمگی کا انداز بھی نیا ہوگا۔ اقبالؔ کی غزل کی منفرد صوتی فضا اور نئے لب و لہجہ سے متاثر و محظوظ ہونے کے لیے اقبال ہی کے فنی معیاروں کو پیشِ نظر رکھنا پڑے گا۔ اقبالؔ ''غزل کی ایک خاص زبان'' کے قائل نہیں:

نہ زباں کوئی غزل کی نہ زباں سے باخبر مَیں
کوئی دل کشا صدا ہو عجمی ہو یا کہ تازی

''نہ زباں سے باخبر مَیں'' کو انکسار کی بجائے اعترافِ عجز سمجھنے والوں کی بھی کمی نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اقبالؔ اپنے قاری کی توجہ خالص فنی تنازعات سے ہٹا کر ندرتِ افکار اور ثروتِ معانی پر مرکوز کرنا چاہتے تھے۔ اگر وہ زباں سے باخبر نہ ہوتے تو غزل کے ہزاروں سال پرانے علائم و رموز اور محاکات و تلازمات میں انقلاب برپا کرنے میں ہرگز کامیاب نہ ہوتے۔ ثبوت کے لیے ''بالِ جبریل'' کی کوئی سی غزل اُٹھا لیجیے، مثلاً یہی جس کا مطلع ہے:

پھر چراغِ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اُکسانے لگا مرغِ چمن

یہاں آمدِ بہار کے روایتی تلازمات کی دُھندلی، تاریک، گھٹی ہوئی اور یاس انگیز فضا کے مقابلے میں کشادہ، روشن اور سرور انگیز کیفیت کے علاوہ لفظوں کی ترتیب دیکھیے۔ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے لفظوں کو ترتیب نہیں دیا گیا، دیئے جلا کر ایک قطار میں سجا دیئے گئے ہیں اور پورا مصرع دیپ مالا کی طرح جگمگا اُٹھا ہے۔ اقبالؔ کی غزل کی عام فضا گریہ و زاری اور یاس و افسردگی کی نہیں، جوش و نشاط اور توانا رجائیت کی ہے۔ حسرت خیزی اور خواب ناکی کی

بجائے بیداری وعمل کی ہے:

یہ کون غزل خواں ہے پُرسوز و نشاط انگیز
اندیشۂ دانا کو کرتا ہے جنوں انگیز

اقبال کی غزل کے بہ یک وقت پُرسوز ونشاط انگیز ہونے اور اُن کے لب ولہجہ کی پُرقوت نرمی، پُرشوکت شائستگی اور باوقار جذباتی نظم وضبط کا راز ان کے عاشقانہ نصب العین اور فنی مسلک میں پوشیدہ ہے۔بطنِ گیتی سے آفتابِ تازہ کی پیدائش، ایشیا میں سحرِ فرنگیانہ کی شکست، ملوکیت واستبداد کے ردِعمل میں آثارِ جنوں، اقبال کی غزل سرائی کونشاط انگیز بناتے ہیں تو بنی نوعِ انسان کی وحدت اور انسانی خودی کی تعمیر میں حائل قوتوں کی کامیابی مثلاً گاندھی جی کے درسِ اخوّت کے مقابلے میں مدن موہن مالوی کی نسلی برتری اور عرب عوام کی اجتماعی آرزوؤں کے مقابلے میں شریفِ مکّہ کی کاروباری سازشوں کی کامیابی اسے پُرسوز بناتی ہے:

رشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو کلیمی ہے کارِ بے بنیاد

☆

یہی شیخِ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیمِ بوذر و دلقِ اویس و چادرِ زہرا

☆

حرم کے پاس کوئی اعجمی ہے زمزمہ سنج
کہ تار تار ہوئے جامہ ہائے احرامی

اقبال کا سوز بڑا رجائی قسم کا ہے۔یہ شدید رجائیت، رقیب (انسانیت کش طاقتوں) کی اندرونی کمزوریوں کو بھانپ جانے اور اپنے زورِ بازو اور ضربتِ کاری سے اسے نیچا دکھانے کے یقین سے پھوٹتی ہے:

دبا رکھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے
بہت نیچے سروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا
اسی دریا سے اُٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

اب سوال یہ ہے کہ حسنِ نسوانی کی حمد وثنا اور مروجہ عشق کے روزمرہ سے کنارہ کش ہونے اور اقبال کے تصورِ زندگی کی نئی وسعتوں سے ہم کنار ہونے کے بعد غزل، غزل رہی ہے یا نظم بن گئی ہے؟ جواب یہ ہے کہ نئی غزل اساسی اعتبار سے روایتی اور قدیم ہے کہ اس کی شوخی ورعنائی اور قوت وتوانائی اور اس سوز ساز اور جوش ونشاط 'من وتو' کے ان رموز کا رہینِ منت ہے جو ہمیشہ سے غزل کی جان ہیں۔ اقبال نے حیات وکائنات، ارتقائے انسانی اور فطرتِ خداوندی سے متعلق اپنے انقلابی تصورات کو 'من وتو' کی کشمکش شوق کا پیرایہ بخش کر ان میں روایتی معاملاتِ غزل کی سی دلکشی پیدا کر دی ہے اقبال کے اضطرابِ مسلسل کی بدولت 'من وتو' کا مفہوم بدلتا رہتا ہے۔ 'تو' کہیں انسان ہے، کہیں کائنات اور کہیں خدا، 'میں' سے کبھی اقبال کی اپنی ذات مراد ہے اور کبھی انسان۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں 'بانگِ درا' کی ایک غزل نما نظم 'میں اور تو' کی طرف بھی اشارہ کر دیا جائے۔

فلسفہ وشعر کی نشو ونما کے ابتدائی مراحل میں اقبال 'من وتو' کا یہ تصور رکھتے تھے۔

میں نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
میں حکایتِ غمِ آرزو، تو حدیثِ ماتمِ دلبری

یہاں یاس کا رنگ غالب ہے لیکن 'بالِ جبریل' تک پہنچتے پہنچتے نہ ''میں'' حکایتِ غمِ آرزو ہے اور نہ ''تو'' حدیثِ ماتمِ دلبری ہے۔اب جہاں اقبال کو اپنے فلسفہ وشعر کے فیضان اور اپنی شخصیت کی عظمت پر ناز ہے:

☆ مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی
دیا ہے میں نے انھیں ذوقِ آتش آشامی

☆

کی حق سے فرشتوں نے اقبال کی غمازی
گستاخ ہے کرتا ہے فطرت کی حنا بندی
خاکی ہے مگر اُس کے انداز ہیں افلاکی
رومی ہے نہ شامی ہے کاشی نہ سمرقندی
سکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اُس نے
آدم کو سکھاتا ہے آدابِ خداوندی

وہاں اقبال کا 'تو' یعنی عام آدمی بھی پریدہ رنگ اور میدہ بو نہیں بلکہ ہر آن تسخیرِ حیات و کائنات میں مصروف انسان ہے:

تو مردِ میداں تو میرِ لشکر
نوری حضوری تیرے سپاہی

☆

اسی روز و شب میں اُلجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

☆

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دما دم صدائے کن فیکون

جہاں 'تو' کائنات کا اشاریہ ہے، وہاں 'من و تو' کی کش مکش سے نظامِ کائنات میں انسان کی مرکزی حیثیت ہی کا اثبات ہے:

عالمِ آب و خاک و باد سرِ عیاں ہے تو کہ میں؟
وہ جو نظر سے ہے نہاں اس کا جہاں ہے تو کہ میں؟
وہ شبِ درد و سوز و غم کہتے ہیں زندگی جسے
اس کی سحر ہے تو کہ میں، اس کی اذاں ہے، تو کہ میں؟
کس کی نمود کے لیے شام و سحر ہیں گرمِ سیر
شانۂ روزگار پر بارِ گراں ہے تو کہ میں؟

تو کفِ خاک و بے بصر، میں کفِ خاک و خودنگر
کشتِ وجود کے لیے آبِ رواں ہے تو کہ میں؟

☆

کب تک رہے محکومیِ انجم میں مری خاک
یا میں نہیں یا گردشِ افلاک نہیں ہے

اقبال کی تسخیرِ فطرت اور تعمیرِ خودی سے گریزاں آدم کی ارزانی کا احساس بھی ہے مگر یہ احساس وہیں ظاہر ہوا ہے جہاں 'تو' سے مراد خدا ہے۔ ایسے موقعوں پر ان کے لہجے میں طنز کی جو تلخی پیدا ہو جاتی ہے، اُسے ایک گستاخ بے ساختگی نے شوخ و شگفتہ کر دیا ہے:

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

☆

☆ نہ خودبیں، نے خدابیں، نے جہاں بیں
یہی شہکار ہے تیرے ہنر کا؟

اس شوخی و شگفتگی کا راز اُس اعتماد میں ہے جو اقبال کو انسان کی شعاعِ آرزو اور مسلسل تخلیقِ مقاصد پر ہے:

☆ مری جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے
وہ دشتِ سادہ، وہ تیرا جہانِ بے بنیاد
مقامِ شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
انھیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

جب اقبال خدا سے اپنی ذات کی تکمیل کی آرزو کرتے ہیں تو ان کے ہاں تخلیقی شادابی اور فکری رعنائی اپنے عروج پر پہنچ جاتی ہے۔ کبھی تو وہ دعائیہ انداز میں شکوہ سنج ہوتے ہیں:

کر پہلے مجھ کو زندگیِ جاوداں عطا
پھر ذوق و شوق دیکھ دلِ بے قرار کا
تو ہے محیطِ بے کراں میں ہوں ذرا سی آبجو
یا مجھے ہمکنار کر، یا مجھے بے کنار کر
نغمۂ نو بہار اگر میرے نصیب میں نہ ہو
اس دم نیم سوز کو طائرک بہار کر

اور کبھی انھیں اپنی اور اپنے عظیم انسان کی تنہائی اور بے چارگی کا احساس ستاتا ہے، اور ان کی آواز میں کرب اور سرشاری، رسائی اور نارسائی کے سارے سُر یک جان ہو جاتے ہیں:

کلی کو دیکھ کہ ہے تشنۂ نسیم سحر
اسی میں ہے مرے دل کا تمام فسانہ

☆

ٹھہر سکا نہ ہوائے چمن میں خیمۂ گل
یہی ہے فصلِ بہاری؟ یہی ہے بادِ مراد؟

☆

نہیں اس کھلی فضا میں کوئی گوشۂ فراغت
یہ جہاں عجب جہاں ہے، نہ قفس نہ آشیانہ

☆

یہ مشتِ خاک، یہ صرصر، یہ وسعتِ افلاک
کرم ہے یا کہ ستم تیری لذتِ ایجاد

قدیم غزل کے قفس و آشیاں اور سلاسل و زنداں کو اقبال نے اتنی وسعت دے دی ہے کہ ساری کائنات زنداں کی صورت اختیار کر گئی ہے اور اقبال خدا کے اس "ظلم" کا

احساس کرتے ہیں کہ ع "اپنے لیے لامکاں میرے لیے چار سو۔" مظلومیت کے اس احساس سے جو سوز و سازِ آرزومندی جنم لیتا ہے وہ اقبال کی شخصیت اور شاعری کو ایک انوکھی دل کشی بخشتا ہے:

میری نوائے شوق سے شور حریم ذات میں
غلغلہ ہائے الاماں بت کدۂ صفات میں

☆

اگر مقصودِ کُل میں ہوں تو مجھ سے ماورا کیا ہے؟
مرے ہنگامہ ہائے نوبہ نو کی انتہا کیا ہے؟

اور یوں غزل کی روایت میں محبوب کی بجائے عاشق کی شخصیت مرکزی مقام حاصل کر لیتی ہے، یعنی اقبال کو انسان کے تخلیقی ہنگامہ ہائے نو بہ نو کے مقابلے میں شانِ خداوندی ہیچ نظر آتی ہے۔

پروفیسر فتح محمد ملک

☆

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں

ستم ہو کہ ہو وعدۂ بے حجابی
کوئی بات صبر آزما چاہتا ہوں

یہ جنت مبارک رہے زاہدوں کو
کہ میں آپ کا سامنا چاہتا ہوں

ذرا سا تو دل ہوں، مگر شوخ اتنا
وہی لن ترانی سنا چاہتا ہوں

ستم ......ظلم،سختی
بے حجابی......بےپردگی، مراد کھل کر سامنے آنا
زاہدوں ......جمع زاہد،عبادت گزار

''لن ترانی'' ......تو نہیں دیکھ سکتا،طور پر حضرت موسیٰؑ کی درخواست پر خدا کا جواب

کوئی دم کا مہماں ہوں اے اہل محفل
چراغ سحر ہوں، بجھا چاہتا ہوں

بھری بزم میں راز کی بات کہہ دی
بڑا بے ادب ہوں، سزا چاہتا ہوں

کوئی دم کا مہمان......تھوڑی دیر رہنے والا۔
چراغ سحر......صبح کا چراغ

بے ادب......گستاخ

☆

گلزار ہست و بود نہ بیگانہ وار دیکھ
ہے دیکھنے کی چیز اسے بار بار دیکھ

آیا ہے تو جہاں میں مثال شرار دیکھ
دم دے نہ جائے ہستی ناپایدار دیکھ

مانا کہ تیری دید کے قابل نہیں ہوں میں
تو میرا شوق دیکھ، مرا انتظار دیکھ

کھولی ہیں ذوق دید نے آنکھیں تری اگر
ہر رہگذر میں نقش کف پائے یار دیکھ

گلزار ہست و بود...... مراد رونق دنیا۔ چمن جو پہلے بھی تھا۔ اب بھی ہے۔
بیگانہ وار...... اچٹتی نظر سے، اجنبی نظروں سے۔
مثال شرار...... چنگاری جیسا۔

دم دینا...... دھوکا دینا، مرنا
ہستی ناپایدار...... فنا ہونے والی زندگی۔
ذوق دید...... دیکھنے کی لگن، شوق
کف پائے یار...... محبوب کے قدموں کے نشان۔

نہ آتے ہمیں اس میں تکرار کیا تھی
مگر وعدہ کرتے ہوئے عار کیا تھی

تمہارے پیامی نے سب راز کھولا
خطا اس میں بندے کی سرکار کیا تھی

بھری بزم میں اپنے عاشق کو تاڑا
تری آنکھ مستی میں، ہشیار کیا تھی!

تامل تو تھا ان کو آنے میں قاصد
مگر یہ بتا طرز انکار کیا تھی؟

پیامی...... جو پیغام لائے اور لے جائے۔
بندہ...... غلام بے دام
تاڑنا...... پہچان لینا، دیکھنا۔

مستی...... دیوانگی، سرور
تامل...... پل بھر سوچنا، اعتراض، سوچنا، انکاری

کھنچے خودبخود جانب طور موسیٰؑ
کشش تیری اے شوق دیدار کیا تھی!

کہیں ذکر رہتا ہے اقبالؔ تیرا
فسوں تھا کوئی تیری گفتار کیا تھی

ھنچے......ایک کشش انہیں لے گئی۔
ر......وہ پہاڑی جہاں حضرت موسیٰ نے خدا کا جلوہ دیکھا
ول......سحر، جادو

گفتار......گفتگو، باتیں، شاعری

☆

عجب واعظ کی دینداری ہے یارب!
عداوت ہے اسے سارے جہاں سے

کوئی اب تک نہ یہ سمجھا کہ انساں
کہاں جاتا ہے، آتا ہے کہاں سے؟

وہیں سے رات کو ~~ظلمت~~ تاریکی ملی ہے
چمک تارے نے پائی ہے جہاں سے

ہم اپنی درد مندی کا فسانہ
سنا کرتے ہیں اپنے رازداں سے

بڑی باریک ہیں واعظ کی چالیں!
لرز جاتا ہے آواز اذاں سے!

ظ......نصیحت کرنے والا۔
اری...... شریعت کی پابندی
ت......اندھیرا، تاریکی
ندی......دکھ سمجھنا، تکلیف کا احساس

فسانہ......کہانی
باریک......گہری، مراد ایک خاص انداز کی
چالیں......فریب کاریاں
لرز جانا......کانپ اُٹھنا

☆

لاؤں وہ تنکے کہیں سے آشیانے کے لیے
بجلیاں بیتاب ہوں جن کو جلانے کے لیے

وائے ناکامی فلک نے تاک کر توڑا اسے
میں نے جس ڈالی کو تاڑا آشیانے کے لیے

آنکھ مل جاتی ہے ہفتاد و دو ملت سے تری
ایک پیمانہ ترا سارے زمانے کے لیے

دل میں کوئی اس طرح کی آرزو پیدا کروں
لوٹ جائے آسماں میرے مٹانے کے لیے

جمع کر خرمن تو پہلے دانہ دانہ چن کے تو
آ ہی نکلے گی کوئی بجلی جلانے کے لیے

وائے ناکامی.....ناکامی پر افسوس۔
ہفتاد و دو ملت.....بہتر فرقوں میں بٹی ہوئی اُمتِ مسلمہ
پیمانہ.....جام، پیالہ
لوٹ جانا.....تڑپ اُٹھنا
خرمن.....فصل کا ڈھیر

پاس تھا ناکامیِ صیاد کا اے ہم صفیر
ورنہ میں اور اڑ کے آتا ایک دانے کے لیے

اس چمن میں مرغِ دل گائے نہ آزادی کا گیت
آہ! یہ گلشن نہیں ایسے ترانے کے لیے

ا.....لحاظ، خیال، احساس
د.....شکاری
فیر.....ساتھ چہچہانے والا، ساتھی پرند، ہر دم ساتھ رہنے والا پرندہ۔
مرغِ دل.....دل کا پرندہ، دل
گلشن.....باغ، چمن

☆

کیا کہوں اپنے چمن سے میں جدا کیونکر ہوا؟
اور اسیر حلقۂ دامِ ہوا کیونکر ہوا؟

جائے حیرت ہے برا سارے زمانے کا ہوں میں
مجھ کو یہ خلعت شرافت کا عطا کیونکر ہوا؟

کچھ دکھانے دیکھنے کا تھا تقاضا طور پر
کیا خبر ہے تجھ کو اے دل فیصلہ کیونکر ہوا؟

ہے طلب بے مدعا ہونے کی بھی اک مدعا
مرغِ دل دامِ تمنا سے رہا کیونکر ہوا؟

اسیر......قیدی

حلقۂ دام ہوا......ہوا کے جال میں

جائے حیرت......حیرت کا مقام

شرافت کا خلعت......لباسِ شرافت

تقاضا......اصرار، بار بار کہنا

طلب......خواہش، تمنا

بے مدعا ہونا......جس کی کوئی آرزو نہ ہو

دامِ تمنا......خواہش کا جال

رہا ہونا......آزاد ہونا

دیکھنے والے یہاں بھی دیکھ لیتے ہیں تجھے
پھر یہ وعدہ حشر کا صبر آزما کیونکر ہوا؟

حسن کامل ہی نہ ہو اس بے حجابی کا سبب
وہ جو تھا پردوں میں پنہاں خود نما کیونکر ہوا؟

موت کا نسخہ ابھی باقی ہے اے دردِ فراق!
چارہ گر دیوانہ ہے، میں لا دوا کیونکر ہوا؟

تو نے دیکھا ہے کبھی اے دیدۂ عبرت کہ گل
ہو کے پیدا خاک سے رنگیں قبا کیونکر ہوا؟

پرسش اعمال سے مقصد تھا رسوائی مری
ورنہ ظاہر تھا سبھی کچھ، کیا ہوا؟ کیونکر ہوا؟

میرے مٹنے کا تماشا دیکھنے کی چیز تھی
کیا بتاؤں ان کا میرا سامنا کیونکر ہوا؟

صبر آزما......دکھ درد دینے والا

حُسن کامل......مکمل حسن

بے حجابی......پردے کے بغیر

پنہاں......چھپا ہوا

خود نما......خود کو ظاہر کرنے والا

دردِ فراق......محبوب سے جدائی کا دکھ

چارہ گر......علاج کرنے والا

دیدۂ عبرت......سبق حاصل کرنے والی آنکھ

رنگیں قبا......سرخ لباس والا

پُرسشِ اعمال......عملوں کے بارے میں پوچھنا۔

☆

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں
یہ عاشق کون سی بستی کے یا رب رہنے والے ہیں

علاج دردِ میں بھی درد کی لذت پہ مرتا ہوں
جو تھے چھالوں میں کانٹے نوکِ سوزن سے نکالے ہیں

پھلا پھولا رہے یارب چمن میری امیدوں کا
جگر کا خون دے دے کر یہ بوٹے میں نے پالے ہیں

رُلاتی ہے مجھے راتوں کو خاموشی ستاروں کی
نرالا عشق ہے میرا' نرالے میرے نالے ہیں

انوکھی وضع......الگ تھلگ صورت
بستی......آبادی، شہر
نوکِ سوزن...... سینے والی سوئی کا سرا
پھلا پھولا......ہرا بھرا

جگر کا خون دینا......مراد جان جوکھوں میں ڈال کر
بُوٹے پالنا......پودے لگانا اور ان کی دیکھ بھال کرنا
نرالا......اچھوتا

نہ پوچھو مجھ سے لذت خانماں برباد رہنے کی
نشیمن سینکڑوں میں نے بنا کر پھونک ڈالے ہیں

نہیں بیگانگی اچھی رفیقِ راہ منزل سے
ٹھہر جا اے شرر ہم بھی تو آخر مٹنے والے ہیں

امیدِ حور نے سب کچھ سکھا رکھا ہے واعظ کو
یہ حضرت دیکھنے میں سیدھے سادے بھولے بھالے ہیں

مرے اشعار اے اقبالؔ کیوں پیارے نہ ہوں مجھ کو
مرے ٹوٹے ہوئے دل کے یہ درد انگیز نالے ہیں

خانماں بَرباد ......اُجڑے گھر والا
نشیمن......گھونسلا
پھُونک ڈالنا......جلا دینا
بیگانگی......اجنبیت
رفیقِ راہِ منزل......راستے کا ساتھی

مٹنے والا......ختم ہو جانے والے
امید......آس
واعظ......وعظ کرنے والا
ٹوٹا ہوا دل......محبت میں ناکامی کا شکار دل
درد انگیز نالے......دُکھ بھری فریاد

☆

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

منصور کو ہوا لب گویا پیام موت
اب کیا کسی کے عشق کا دعویٰ کرے کوئی

ہو دید کا جو شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

میں انتہائے عشق ہوں، تو انتہائے حسن
دیکھے مجھے کہ تجھ کو تماشا کرے کوئی

دیدۂ دل......مراد بصیرت کی آنکھ

منصور......حسین بن حلاج (ولادت ۸۵۸ء) فارس کے ایک قصبہ سے تعلق تھا۔ "انا الحق" کہنے پر علمائے وقت نے ان کے خلاف فتویٰ دیا، جس پر خلیفۂ بغداد، مقتدر کے حکم پر انہیں پھانسی دی گئی۔

لب گویا......بولنے والی زبان۔

دعویٰ کرنا......حق جتلانا۔ مراد اظہار کرنا

انتہائے عشق......عشق کے جذبے سے سرشار

عذر آفریں جرم محبت ہے حسن دوست
محشر میں عذر تازہ نہ پیدا کرے کوئی

چھپتی نہیں ہے یہ نگہ شوق، ہم نشیں!
پھر اور کس طرح انہیں دیکھا کرے کوئی

اڑ بیٹھے کیا سمجھ کے بھلا طور پر کلیم
طاقت ہو دید کی تو تقاضا کرے کوئی

نظّارے کو یہ جنبش مژگاں بھی بار ہے
نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی

کھل جائیں کیا مزے ہیں تمنائے شوق میں
دو چار دن جو میری تمنا کرے کوئی

عذر آفریں......بہانے تراشنے والا

عذر تازہ......نیا اعتراض

اُڑ بیٹھنا......بضد ہو جانا۔

جنبش مژگاں......پلکوں کا جھپکنا

☆

کہوں کیا آرزوئے بیدلی مجھ کو کہاں تک ہے
مرے بازار کی رونق ہی سودائے زیاں تک ہے

وہ میکش ہوں فروغ مے سے خود گلزار بن جاؤں
ہوائے گل فراقِ ساقیِ نامہرباں تک ہے

چمن افروز ہے صیاد میری خوشنوائی تک
رہی بجلی کی بیتابی سو میرے آشیاں تک ہے

وہ مشت خاک ہوں فیض پریشانی سے صحرا ہوں
نہ پوچھو میری وسعت کی زمیں سے آسماں تک ہے

آرزوئے بیدلی...... عشق کرنے کی تمنا۔
سودائے زیاں...... نقصان کا سودا
مے کش...... شراب پینے والا
فروغ...... چمک، روشنی، ترقی
ہوائے گل...... پھول کی خواہش، پھولوں کی مہک

چمن افروز...... باغ کو مہکانے والا
خوش نوائی...... اچھی آواز میں گانا/ چہچہانا
مُشتِ خاک...... مٹی کی مُٹھی ...... مراد اِنسان
فیض پریشانی سے...... بکھرنے کے طفیل

جرس ہوں نالہ خوابیدہ ہے میرے ہر رگ و پے میں
یہ خاموشی مری وقت رحیل کارواں تک ہے

سکون دل سے سامان کشود کار پیدا کر
کہ عقدہ خاطر گرداب کا آب رواں تک ہے

چمن زار محبت میں خموشی موت ہے بلبل
یہاں کی زندگی پابندیٔ رسم فغاں تک ہے

جوانی ہے تو ذوق دید بھی لطف تمنا بھی
ہمارے گھر کی آبادی قیام میہماں تک ہے

زمانے بھر میں رسوا ہوں مگر اے وائے نادانی
سمجھتا ہوں کہ میرا عشق میرے رازداں تک ہے

جرس...... گھنٹی
خوابیدہ...... سویا ہوا
رگ و پے میں...... نس نس/ رُو
رحیل کارواں...... قافلے کا روانہ ہونا
کشود کار...... مشکل کا حل
عقدہ...... گرہ، گانٹھ، مشکل، پریشان

گرداب...... بھنور
آب رواں...... بہتا ہوا پانی
چمن زار...... مراد باغ پھولوں کی جگہ
رسم فغاں...... فریاد کی رسم، گریہ وزاری کی رسم
تمنا...... خواہش
اے وائے...... ہائے، افسوس

☆

جنہیں میں ڈھونڈتا تھا آسمانوں میں، زمینوں میں
وہ نکلے میرے ظلمت خانۂ دل کے مکینوں میں

حقیقت اپنی آنکھوں پر نمایاں جب ہوئی اپنی
مکاں نکلا ہمارے خانۂ دل کے مکینوں میں

اگر کچھ آشنا ہوتا مذاقِ جبہ سائی سے
تو سنگِ آستانِ کعبہ جا ملتا جبینوں میں

کبھی اپنا بھی نظارہ کیا ہے تو نے اے مجنوں؟
کہ لیلیٰ کی طرح تو خود بھی ہے محمل نشینوں میں

ظلمت خانہ...... تاریکی کی جگہ
مکین...... رہنے والا
مذاقِ جبہ سائی...... سجدہ کرنے کا شوق

سنگِ آستانِ کعبہ...... کعبہ کی چوکھٹ کا پتھر
محمل نشین...... کجاوے میں بیٹھا ہوا/ ہوئی۔ پردہ نشیں، چھپا ہوا/ ہوئی۔

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

مجھے روکے گا تو اے ناخدا کیا غرق ہونے سے
کہ جن کو ڈوبنا ہو، ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں

چھپایا حسن کو اپنے کلیم اللہ سے جس نے
وہی ناز آفریں ہے جلوہ پیرا نازنینوں میں

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

تمنا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ناخدا...... ملاح، کشتی چلانے والا
کلیم اللہ...... خدا سے باتیں کرنے والا، حضرت موسیٰ کا لقب
ناز آفریں...... ادا والا، ناز نخرے والا۔
جلوہ پیرا...... حسن ظاہر کرنے والا

شمعِ کشتہ...... بجھی ہوئی موم بتی
موجِ نفس...... سانس کی لہر، پھونک، تنفس
گوہر...... موتی، دولت
خزینوں...... جمع خزینہ، خزانے

ترستی ہے نگاہِ نارسا جس کے نظارے کو
وہ رونق انجمن کی ہے انہیں خلوت گزینوں میں

کسی ایسے شرر سے پھونک اپنے خرمن دل کو
کہ خورشیدِ قیامت بھی ہو تیرے خوشہ چینوں میں

محبت کے لیے دل ڈھونڈھ کوئی ٹوٹنے والا
یہ وہ مے ہے جسے رکھتے ہیں نازک آبگینوں میں

سراپا حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا عاشق
بھلا اے دل حسیں ایسا بھی ہے کوئی حسینوں میں؟

پھڑک اٹھا کوئی تیری ادائے مَاعَرَفنا پر
ترا رتبہ رہا بڑھ چڑھ کے سب ناز آفرینوں میں

ارادت......عقیدت، اعتقاد
یدِ بیضا......روشن ہاتھ، حضرت موسیٰ کا ایک معجزہ
نگاہِ نارسا......محبوب تک نہ پہنچنے والی نظر
خلوت گزیں......تنہائی اختیار کرنے والا، اللہ والا
خورشید قیامت......قیامت کے روز نکلنے والا سورج

خوشہ چیں......پھل کھانے والے، مرادفیض حاصل کرنے والا
مے......شراب
آبگینوں......شیشے کے برتن

نمایاں ہو کے دکھلا دے کبھی ان کو جمال اپنا
بہت مدت سے چرچے ہیں ترے باریک بینوں میں

خموش اے دل! بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا
ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

برا سمجھوں انہیں؟ مجھ سے تو ایسا ہو نہیں سکتا
کہ میں خود بھی تو ہوں اقبالؔ اپنے نکتہ چینوں میں

چرچے......مشہوریاں،
باریک بیں......تیز فہم والا۔

قرینہ......سلیقہ
نکتہ چیں......نقاد، اعتراض نکالنے والا۔

کشادہ دستِ کرم جب وہ بے نیاز کرے
نیازمند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے

بٹھا کے عرش پہ رکھا ہے تو نے اے واعظ!
خدا وہ کیا ہے جو بندوں سے احتراز کرے

مری نگاہ میں وہ رند ہی نہیں ساقی
جو ہوشیاری و مستی میں امتیاز کرے

مدام گوش بہ دل رہ یہ ساز ہے ایسا
جو ہو شکستہ تو پیدا نوائے راز کرے

نیازمند......عاجزی کرنے والا
احتراز کرنا......بچنا، دور رہنا
رِند......شراب پینے والا
ساقی......شراب پلانے والا
امتیاز کرنا......فرق کرنا

مُدام......ہمیشہ
گوش بہ دل رہنا......دل کی طرف متوجہ رہنا/کان لگائے، تا
شکستہ......ٹوٹا ہوا، محبت میں چُور
نوائے راز......بھید کی بات۔ بھید کا نغمہ

کوئی یہ پوچھے کہ واعظ کا کیا بگڑتا ہے
جو بے عمل پہ بھی رحمت وہ بے نیاز کرے

سخن میں سوز الٰہی کہاں سے آتا ہے
یہ چیز وہ ہے کہ پتھر کو بھی گداز کرے

نیز لالہ و گل سے ہے نالۂ بلبل
ہاں میں وا نہ کوئی چشم امتیاز کرے

رور زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو
کہ بندگان خدا پر زباں دراز کرے

وا ہو ایسی کہ ہندوستاں سے اے اقبال
ڑا کے مجھ کو غبار رہ حجاز کرے

......وعظ کرنے والا
......مہربانی، بخشش
......بات، شاعری
......تپش، گرمی، تاثر
ز کرنا......پگھلانا، مائل ہونا
......فرق

لالہ و گل......مختلف قسم کے پھول
نالۂ بلبل......بلبل کا گیت
وا کرنا......کھولنا
چشم امتیاز......فرق کرنے والی آنکھ

☆

سختیاں کرتا ہوں دل پر، غیر سے غافل ہوں میں
ہائے کیا اچھی کہی ظالم ہوں میں، جاہل ہوں میں

میں جبھی تک تھا کہ تیری جلوہ پیرائی نہ تھی
جو نمودِ حق سے مٹ جاتا ہے وہ باطل ہوں میں

علم کے دریا سے نکلے غوطہ زن گوہر بدست
وائے محرومی! خزف چینِ لبِ ساحل ہوں میں

ہے مری ذلت ہی کچھ میری شرافت کی دلیل
جس کی غفلت کو ملک روتے ہیں وہ غافل ہوں میں

سختی کرنا......ظلم کرنا
جبھی تک......اُس وقت تک
نمودِ حق......حق/خدا کا ظہور
باطل......جس کی کوئی حقیقت نہ ہو۔کفر
غوطہ زن......تیرنے والا۔تیرنا

گوہر بدست......ہاتھوں میں موتی لیے
خزف چین......پتھر چُننے والا
غفلت......لاپروائی، بھول چوک
مَلک......فرشتہ/فرشتے

بزمِ ہستی! اپنی آرائش پہ تو نازاں نہ ہو
تو تو اک تصویر ہے محفل کی اور محفل ہوں میں

ڈھونڈتا پھرتا ہوں اے اقبالؔ اپنے آپ کو
آپ ہی گویا مسافر، آپ ہی منزل ہوں میں

م ہستی......وجود کی محفل، کائنات
رائش......سجاوٹ

نازاں ہونا......فخر کرنا

☆

مجنوں نے شہر چھوڑا‘ تو صحرا بھی چھوڑ دے
نظّارے کی ہوس ہو تو لیلیٰ بھی چھوڑ دے

واعظ! کمال ترک سے ملتی ہے یاں مراد
دنیا جو چھوڑ دی ہے تو عقبیٰ بھی چھوڑ دے

تقلید کی روش سے تو بہتر ہے خودکشی
رستہ بھی ڈھونڈ‘ خضر کا سودا بھی چھوڑ دے

مانند خامہ تیری زباں پر ہے حرف غیر
بیگانہ شے پہ نازش بیجا بھی چھوڑ دے

لطف کلام کیا جو نہ ہو دل میں درد عشق
بسمل نہیں ہے تو‘ تو تڑپنا بھی چھوڑ دے

عقبیٰ......آخرت
تقلید......پیروی، کسی کے پیچھے چلنا
روش......طریقہ، ڈھنگ
خضر......مراد رہنما
سودا......مراد خیال

مانند خامہ ......قلم کی طرح
حرف غیر......دوسرے کی بات
نازش بے جا......نامناسب فخر
لُطف کلام......شاعری کا مزہ
بسمل......زخمی

شبنم کی طرح پھولوں پہ رو‘ اور چمن سے چل
اس باغ میں قیام کا سودا بھی چھوڑ دے

ہے عاشقی میں رسم الگ سب سے بیٹھنا
بت خانہ بھی‘ حرم بھی‘ کلیسا بھی چھوڑ دے

سوداگری نہیں‘ یہ عبادت خدا کی ہے!
اے بے خبر! جزا کی تمنا بھی چھوڑ دے

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبان عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

شوخی سی ہے سوال مکرر میں اے کلیم
شرط رضا یہ ہے کہ تقاضا بھی چھوڑ دے

واعظ ثبوت لائے جو مے کے جواز میں
اقبالؔ کو یہ ضد ہے کہ پینا بھی چھوڑ دے

خانہ، حرم، کلیسا......مراد مختلف قوموں کے عبادت خانے
زا......ثواب
سبان......چوکیدار، حفاظت کرنے والا

سوالِ مکرر...... بار بار سوال کرنا
شرطِ رضا......خوشی اور مرضی حاصل کرنے کی شرط

زندگی انساں کی اک دَم کے سوا کچھ بھی نہیں!
دم ہوا کی موج ہے، رم کے سوا کچھ بھی نہیں!

گل، تبسم کہہ رہا تھا زندگانی کو، مگر
شمع بولی، گریۂ غم کے سوا کچھ بھی نہیں!

رازِ ہستی راز ہے جب تک کوئی محرم نہ ہو
کھل گیا جس دم، تو محرم کے سوا کچھ بھی نہیں!

زائران کعبہ سے اقبالؔ یہ پوچھے کوئی
کیا حرم کا تحفہ زمزم کے سوا کچھ بھی نہیں؟

رَم...... بھاگنا، بھاگ اُٹھنا
گریۂ غم...... دکھ درد کا رونا
رازِ ہستی...... زندگی کا بھید، یعنی زندگی کیا ہے؟
کُھل گیا...... ظاہر ہو گیا۔
زائران...... جمع زائر، زیارت کرنے والے۔

☆

الٰہی عقلِ خجستہ پے کو ذرا سی دیوانگی سکھا دے
اسے ہے سودائے بخیہ کاری، مجھے سرِ پیرہن نہیں ہے

ملا محبت کا سوز مجھ کو، تو بولے صبحِ ازل فرشتے
مثالِ شمعِ مزار ہے تو، تری کوئی انجمن نہیں ہے

یہاں کہاں ہم نفس میسر، یہ دیس نا آشنا ہے اے دل!
وہ چیز تو مانگتا ہے مجھ سے کہ زیرِ چرخِ کہن نہیں ہے

نرالا سارے جہاں سے اس کو عرب کے معمار نے بنایا
بِنا ہمارے حصارِ ملت کی اتحادِ وطن نہیں ہے

خجستہ پے...... مبارک قدموں والی
بخیہ کاری...... ٹانکے بھرنا، مراد دنیا کے معاملات کو ٹھیک کرنا
سرِ پیرہن...... لباس کی فکر
شمعِ مزار...... قبر پر جلنے والی موم بتی، مراد تنہا
انجمن...... بزم، محفل، مراد ساتھی، دوست
ہم نفس...... ساتھی، ساتھ رہنے والے
زیرِ چرخِ کہن...... پرانے آسمان کے نیچے
عرب کا معمار...... عرب کو بنانے والا، مراد حضور اکرمؐ
حصارِ ملّت...... قوم کا قلعہ، مراد ملت اسلامیہ
اتحادِ وطن...... مراد جغرافیائی حدود کو وطن قرار دینا

کہاں کا آنا، کہاں کا جانا، فریب ہے امتیازِ عقبیٰ
نمود ہر شے میں ہے ہماری، کہیں ہمارا وطن نہیں ہے

مدیرِ مخزن سے کوئی اقبالؔ جا کے میرا پیام کہہ دے
جو کام کچھ کر رہی ہیں قومیں، انہیں مذاقِ سخن نہیں ہے

مخزن......اردو کا وہ مشہور رسالہ جو سر شیخ عبدالقادر نے لاہور سے ۱۹۰۱ء میں جاری کیا۔

مذاقِ سخن......شعر و شاعری کا شوق/چسکا

☆

زمانہ دیکھے گا جب مرے دل سے محشر اٹھے گا گفتگو کا
مری خموشی نہیں ہے، گویا مزار ہے حرفِ آرزو کا

جو موج دریا لگی یہ کہنے سفر سے قائم ہے شان میری
گہر یہ بولا صدف نشینی ہے مجھ کو سامان آبرو کا!

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سروِ کنارِ جو کا

کوئی دل ایسا نظر نہ آیا، نہ جس میں خوابیدہ ہو تمنا
الٰہی تیرا جہان کیا ہے! نگار خانہ ہے آرزو کا!

گفتگو کا محشر اٹھنا......بیدار کرنے والی باتیں، شاعری
حرفِ آرزو ......تمنا کی بات
شان قائم رہنا......زندگی برقرار رہنا، زندگی کی علامت ہونا
صدف نشینی......سیپی میں رہنا
آبرو کا سامان......عزت کا باعث

سروِ کنارِ جو ......ندی کے کنارے اُگا ہوا سرو کا درخت
آرزو کا نگار خانہ ...... مراد مختلف اور بہت سی آرزوؤں کا گھر

کھلا یہ مر کر کہ زندگی اپنی تھی طلسم ہوس سراپا
جسے سمجھتے تھے جسم خاکی، غبار تھا کوئے آرزو کا

اگر کوئی شے نہیں ہے پنہاں تو کیوں سراپا تلاش ہوں میں؟
نِگہ کو نظّارے کی تمنا ہے، دل کو سودا ہے جستجو کا

چمن میں گل چیں سے غنچہ کہتا تھا، اتنا بیدرد کیوں ہے انساں؟
تری نگاہوں میں ہے تبسم شکستہ ہونا مرے سبو کا

ریاضِ ہستی کے ذرے ذرے سے ہے محبت کا جلوا پیدا
حقیقتِ گل کو تو جو سمجھے تو یہ بھی پیماں ہے رنگ و بو کا

تمام مضموں مرے پرانے، کلام میرا خطا سراپا
ہنر کوئی دیکھتا ہے مجھ میں تو عیب ہے میرے عیب جو کا

سپاس شرط ادب ہے ورنہ کرم ترا ہے ستم سے بڑھ کر
ذرا سا اک دل دیا ہے، وہ بھی فریب خوردہ ہے آرزو کا

طلسمِ ہوس......لالچ کا جادو
کوئے آرزو......تمنا کا کوچہ/گلی
پنہاں......چھپی ہوئی
گل چیں......پھول توڑنے والا، مالی
تبسم......مسکراہٹ
شکستہ ہونا......ٹوٹنا

ریاضِ ہستی...... وجود/زندگی کا باغ
رنگ و بو......رنگ اور خوشبو
عیب جو......عیب ڈھونڈنے والا
سپاس......شکر ادا کرنا
شرطِ ادب......احترام کے لیے لازمی بات
فریب خوردہ......جس نے دھوکا کھایا ہو

کمال وحدت عیاں ہے ایسا کہ نوک نشتر سے تو جو چھیڑے
یقیں ہے مجھ کو گرے رگِ گل سے قطرہ انسان کے لہو کا

گیا ہے تقلید کا زمانہ، مجاز رختِ سفر اٹھائے!
ہوئی حقیقت ہی جب نمایاں تو کس کو یارا ہے گفتگو کا؟

جو گھر سے اقبالؔ دور ہوں میں، تو ہوں نہ محزوں عزیز میرے
مثال گوہر وطن کی فرقت کمال ہے میری آبرو کا!

کمال وحدت...... مراد ساری کائنات پورے طور پر ایک
حدت کی حامل ہے۔
وکِ نشتر سے چھیڑنا......مراد نشتر سے چیرنا
جاز......مراد اشاروں کنایوں میں بات کرنا
خت سفر اٹھانا......مراد چلنے/ختم ہونے کے لیے تیار ہونا

حقیقت......اصل بات، اصلیت
یارا......ہمت، طاقت
محزوں......غم ز
فرقت......جدائی

☆

چمک تیری عیاں بجلی میں، آتش میں، شرارے میں
جھلک تیری ہویدا چاند میں، سورج میں، تارے میں

بلندی آسمانوں میں، زمینوں میں تری پستی
روانی بحر میں، افتادگی تیری کنارے میں

شریعت کیوں گریباں گیر ہو ذوقِ تکلم کی
چھپا جاتا ہوں اپنے دل کا مطلب استعارے میں

جو ہے بیدار انساں میں وہ گہری نیند سوتا ہے
شجر میں، پھول میں، حیواں میں، پتھر میں، ستارے میں

آتش......آگ
ہُویدا......ظاہر
روانی......مراد پانی کا بہنا
افتادگی......مراد ایک جگہ پڑے رہنا
گریباں گیر ......مجرم سمجھ کر پوچھ گچھ کرنے والی

ذوقِ تکلم ......بات چیت کرنے کا شوق
استعارہ......مراد اشارہ کنایہ
دل کا مطلب......دل کی بات

مجھے پھونکا ہے سوزِ قطرۂ اشکِ محبت نے
غضب کی آگ تھی پانی کے چھوٹے سے شرارے میں

نہیں جنسِ ثوابِ آخرت کی آرزو مجھ کو
وہ سوداگر ہوں میں نے نفع دیکھا ہے خسارے میں

سکوں ناآشنا رہنا اسے سامانِ ہستی ہے
تڑپ کس دل کی یارب چُھپ کے آ بیٹھی ہے پارے میں

صدائے ''لن ترانی'' سُن کے اے اقبالؔ میں چُپ ہوں
تقاضوں کی کہاں طاقت ہے مجھ فرقت کے مارے میں

غضب کی...... مراد بہت تیز
سکون ناآشنا......آرام/چین سے ناواقف
پارا......وہ مائع دھات جو ہر وقت ہلتی رہتی ہے

تقاضوں ......جمع تقاضا، کسی بات پر اصرار کرنا
فرقت کا مارا......محبوب سے دُوری کا شکار

☆

یوں تو اے بزم جہاں! دلکش تھے ہنگامے ترے
اک ذرا افسردگی تیرے تماشاؤں میں تھی

پا گئی آسودگی کوئے محبت میں وہ خاک
مدتوں آوارہ جو حکمت کے صحراؤں میں تھی

کس قدر اے مے! تجھے رسم حجاب آئی پسند
پردۂ انگور سے نکلی تو میناؤں میں تھی

حسن کی تاثیر پر غالب نہ آسکتا تھا علم
اتنی نادانی جہاں کے سارے داناؤں میں تھی

میں نے اے اقبال! یورپ میں اسے ڈھونڈا عبث
بات جو ہندوستاں کے ماہ سیماؤں میں تھی

کوئے محبت ...... محبت کا کوچہ/گلی

رسم حجاب ...... پردے کا طور طریقہ

پردۂ انگور ...... مراد انگور میں

میناؤں ...... جمع مینا، شراب کی صراحیاں

داناؤں ...... جمع دانا، عقلمند، فلسفی

عبث ...... بیکار، فضول

ماہ سیماؤں ...... چاند کی سی پیشانی والیاں، مراد حسینائیں

☆

مثال پرتو مے، طوفِ جام کرتے ہیں
یہی نماز ادا صبح و شام کرتے ہیں!

خصوصیت نہیں کچھ اس میں اے کلیم! تری
شجر، حجر بھی خدا سے کلام کرتے ہیں

نیا جہاں کوئی اے شمع! ڈھونڈیئے کہ یہاں
ستم کشِ تپشِ ناتمام کرتے ہیں

بھلی ہے ہم نفسو! اس چمن میں خاموشی
کہ خوشنواؤں کو پابند دام کرتے ہیں

...... شراب جیسا

...... پتھر

...... سختی/ظلم جھیلنے والا

...تمام ...... ادھوری تڑپ ...... گرمی

خوش نواؤں ...... جمع خوش نوا، دل کش آواز میں چہچہانے والے پرندے

پابندِ دام ...... جال میں گرفتار

غرض نشاط ہے شغلِ شراب سے جن کی
حلال چیز کو گویا حرام کرتے ہیں

بھلا نبھے گی تری ہم سے کیونکر اے واعظ!
کہ ہم تو رسمِ محبت کو عام کرتے ہیں

الٰہی سحر ہے پیرانِ خرقہ پوش میں کیا!
کہ اک نظر سے جوانوں کو رام کرتے ہیں

میں ان کی محفلِ عشرت سے کانپ جاتا ہوں
جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں

ہرے رہو وطنِ مازنی کے میدانو!
جہاز پر سے تمہیں ہم سلام کرتے ہیں

جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں نماز اقبالؔ
بلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں

نشاط......خوشی، مسرت
نبھنا......اکٹھے گزارہ ہونا۔
رسمِ محبت عام کرنا......محبت سب میں پھیلانا
پیرانِ خرقہ پوش......گدڑی پہننے والے بوڑھے مرادالله والے
رام کرنا......مطیع کرنا، مرید بنالینا
محفلِ عشرت......عیش ونشاط کی محفل

ہرے رہو......پھولے پھلے رہو
مازنی ...... یوسف مازنی، اٹلی کا محبِ وطن ۔ عمر بھر جد
قدروں کو مضبوط کرنے میں معروف رہا۔ (پیدائش ، ج
۱۸۰۵ء وفات ۱۸۷۲ء)
دَیر......مندر، بت کدہ
پیرانِ خرقہ پوش......گدڑی پہننے والے بوڑھے

مارچ ۱۹۰۷ء

زمانہ آیا ہے بے حجابی کا، عام دیدار یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا

گزر گیا اب وہ دور ساقی کہ چھپ کے پیتے تھے پینے والے
بنے گا سارا جہان میخانہ، ہر کوئی بادہ خوار ہوگا

کبھی جو آوارۂ جنوں تھے، وہ بستیوں میں پھر آبسیں گے
برہنہ پائی وہی رہے گی، مگر نیا خارزار ہوگا

سنا دیا گوشِ منتظر کو حجاز کی خامشی نے آخر
جو عہد صحرائیوں سے باندھا گیا تھا پھر استوار ہوگا

ت......خاموشی
ہ دار......پردے میں رہنے والا
کار......ظاہر
ہ خوار......شراب پینے والا، رند
انہ......شراب خانہ
رہ جنوں......عشقِ حق کی دیوانگی میں جگہ جگہ گھومنے والے صوفیا
سنا......آباد ہونا، آرہنا

برہنہ پائی......ننگے پاؤں ہونا
خارزار......کانٹوں کی جگہ، مراد جدوجہد کا مقام
گوشِ منتظر......انتظار کرنے والا کان
حجاز کی خامشی......مراد اسلام کی زبانِ حال
عہد باندھا جانا......وعدہ کیا جانا۔
استوار......قائم مضبوط۔

نکل کے صحرا سے جس نے روما کی سلطنت کو الٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قدسیوں سے میں نے وہ شیر پھر ہوشیار ہوگا

کیا مرا تذکرہ جو ساقی نے بادہ خواروں کی انجمن میں
تو پیر میخانہ سن کے کہنے لگا کہ منہ پھٹ ہے، خوار ہوگا

دیارِ مغرب کے رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے!
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا!

تمھاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپایدار ہوگا

سفینہ برگِ گل بنا لے گا قافلہ مورِ ناتواں کا
ہزار موجوں کی ہو کشاکش، مگر یہ دریا سے پار ہوگا

رُوما...... مراد روم کی مشرقی سلطنت قسطنطنیہ، جس کے عیسائی حکمران عباسی خلفا سے ڈرتے تھے

قدسیوں...... جمع قدسی، فرشتے

وہ شیر...... مراد مسلمان مجاہد

پیر میخانہ...... پیر مغاں، شراب خانہ چلانے والا

مُنہ پھٹ...... صاف صاف بات کر دینے والا

دیارِ مغرب...... یورپ

خدا کی بستی...... دنیا

زرِ کم عیار...... گھٹیا ہونا، بے وقعت ہونا۔ قیمت گرنا۔

سفینہ...... کشتی

برگِ گل...... پھول کی پتی

مورِ ناتواں...... کمزور چیونٹی، مراد لگاتار جدوجہد کرنے والا انسان

کشاکش...... کھینچا تانی، جستجو

چمن میں لالہ دکھاتا پھرتا ہے داغ اپنا کلی کلی کو
یہ جانتا ہے کہ اس دکھاوے سے دل جلوں میں شمار ہوگا

جو ایک تھا اے نگاہ! تو نے ہزار کر کے ہمیں دکھایا
یہی اگر کیفیت ہے تیری تو پھر کسے اعتبار ہوگا؟

کہا جو قمری سے میں نے اک دن یہاں کے آزاد پابہ گل ہیں!
تو غنچے کہنے لگے، ہمارے چمن کا یہ رازدار ہوگا!

خدا کے عاشق تو ہیں ہزاروں، بنوں میں پھرتے ہیں مارے مارے
میں اس کا بندہ بنوں گا جس کو خدا کے بندوں سے پیار ہوگا

یہ رسم بزمِ فنا ہے اے دل! گناہ ہے جنبشِ نظر بھی
رہے گی کیا آبرو ہماری جو تو یہاں بے قرار ہوگا

میں ظلمتِ شب میں لے کے نکلوں گا اپنے درماندہ کارواں کو
شرر فشاں ہوگی آہ میری، نفس مرا شعلہ بار ہوگا

دکھاوا...... ظاہری بات، ریاکاری، دھوکا

قمری...... فاختہ کی قسم کا ایک پرندہ

پابہ گل...... جسکے پاؤں کیچڑ میں دھنسے ہوں مراد حکومت کا غلام

جنبشِ نظر...... نگاہ کا ہلنا

درماندہ کارواں...... پیچھے رہا ہوا قافلہ، مراد اس دَور کے مسلمان جو ہر طرح سے پست زندگی گزار رہے تھے۔

شرر فشاں...... چنگاریاں بکھیرنے والی، مراد اسلام سے محبت کا جذبہ و تپش پیدا کرنے والی

شعلہ بار...... شعلہ برسانے والا، مراد جذبوں کی آگ تیز کرنے والا

نہیں ہے غیر از نمود کچھ بھی جو مدعا تیری زندگی کا
تو اک نفس میں جہاں سے مٹنا تجھے مثال شرار ہوگا

نہ پوچھ اقبالؔ کا ٹھکانا' ابھی وہی کیفیت ہے اس کی
کہیں سر راہ گذار بیٹھا ستم کشِ انتظار ہوگا!

غیراز...... کے علاوہ
نمود...... ظاہر ہونے کی حالت
مُدعا...... مقصد
اِک نفس میں...... جلدی

مثال شرار...... چنگاری/آگ کی طرح
سرراہ گزار...... مراد راستے میں
ستم کش انتظار...... انتظار کا صدمہ اُٹھانے والا

☆

اے بادِ صبا! کملی والےؐ سے جا کہیو پیغام مرا
قبضے سے امت بیچاری کے دیں بھی گیا' دنیا بھی گئی

یہ موج پریشاں خاطر کو پیغام لب ساحل نے دیا
ہے دور وصال بحر ابھی' تو دریا میں گھبرا بھی گئی

عزت ہے محبت کی قائم اے قیس! حجاب محمل سے
محمل جو گیا' عزت بھی گئی' غیرت بھی گئی' لیلا بھی گئی

کی ترک تگ و دو قطرے نے' تو آبروئے گوہر بھی ملی
آوارگی فطرت بھی گئی' اور کشمکش دریا بھی گئی

نکلی تو لب اقبالؔ سے ہے' کیا جانئے کس کی ہے یہ صدا!
پیغام سکوں پہنچا بھی گئی' دل محفل کا تڑپا بھی گئی!

...ضے سے جانا...... یعنی مسلمانوں کا دور ہو جانا مذہب سے
...ے سے جانا...... آزادی سے محروم ہو جانا، ایمان جانا
...ں خاطر...... بے چینی کا شکار ہو
...سمندر

حجاب محمل...... کجاوے کا پردہ
ترک کرنا...... چھوڑ دینا
تگ ودو...... بھاگ دوڑ، جدوجہد
آبروئے گوہر موتی کی عزت، شان

☆

یہ سرود قمری و بلبل فریب گوش ہے
باطن ہنگامہ آبادِ چمن خاموش ہے

تیرے پیمانوں کا ہے یہ اے مئے مغرب اثر
خندہ زن ساقی ہے، ساری انجمن بیہوش ہے

دہر کے غم خانے میں تیرا پتا مِلتا نہیں
جرم تھا کیا آفرینش بھی کہ تو روپوش ہے؟

آہ! دنیا دل سمجھتی ہے جسے، وہ دل نہیں
پہلوئے انساں میں اِک ہنگامۂ خاموش ہے

سرود...... گیت، نغمہ، چہچہاہٹ
فریب گوش...... کانوں کا دھوکا
ہنگامہ آباد چمن ...... باغ میں رونق / چہل پہل برپا کرنے والا
خندہ زن...... ہنسنے والا

دہر...... زمانہ، دنیا
آفرینش...... مراد کائنات کا پیدا کرنا
روپوش منہ چھپانے والا، غائب، سامنے آنے والا

زندگی کی رہ میں چل، لیکن ذرا بچ بچ کے چل
یہ سمجھ لے کوئی مینا خانہ بارِ دوش ہے

جس کے دم سے دلی و لاہور ہم پہلو ہوئے رح
آہ! اے اقبالؔ، وہ بلبل بھی اب خاموش ہے

بارِ دوش...... کاندھوں پر لدا بوجھ، ذمہ داری۔
ہم پہلو ہونا...... ساتھی ہونا
جس کے دم سے...... جس کے سبب سے، اشارہ ہے میرزا ارشد گورگانی دہلوی کی طرف جن کی وجہ سے لاہور میں شعر و شاعری کا چرچا رہا۔ یہ شعر ان کی وفات پر کہا گیا۔

☆

نالہ ہے بلبلِ شوریدہ ترا خام ابھی
اپنے سینہ میں اسے اور ذرا تھام ابھی

پختہ ہوتی ہے اگر مصلحت اندیش ہو عقل
عشق ہو مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق
عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی

عشق فرمودۂ قاصد سے سبک گامِ عمل
عقل سمجھی ہی نہیں معنیِ پیغام ابھی

شیوۂ عشق ہے آزادی و دہر آشوبی
تو ہے زناریِ بت خانۂ ایام ابھی

شوریدہ...... دیوانی، پگلی، بے عقل
مصلحت اندیش...... بھلائی/اپنی بھلائی کا سوچنے والی
تماشائے لب بام...... چھت پر سے نظارہ کرنے کا عالم
فرمودۂ قاصد...... یعنی حضور اکرمؐ نے جو کچھ فرمایا/حکم دیا
سبک گام عمل...... تیزی سے عمل کرنے والا

معنی پیغام...... (اُس) حکم کی حقیقت/مطلب
دہر آشوبی...... دنیا میں ہنگامے پیدا کرنا/انقلاب لانا
زناری...... گلے میں دھاگا ڈالنے والا، مراد پوجا کرنے
بُت خانۂ ایام...... مراد زمانے/وقت کی گردش

عذرِ پرہیز پہ کہتا ہے بگڑ کر ساقی
ہے ترے دل میں وہی کاوشِ انجام ابھی

سعیِ پیہم ہے ترازوئے کم و کیفِ حیات
تیری میزاں ہے شمارِ سحر و شام ابھی

ابر نیساں! یہ تنک بخشیِ شبنم کب تک؟
مرے کہسار کے لالے ہیں تہی جام ابھی

بادہ گردانِ عجم وہ، عربی میری شراب
مرے ساغر سے جھجکتے ہیں مے آشام ابھی

خبر اقبالؔ کی لائی ہے گلستاں سے نسیم
نو گرفتار پھڑکتا ہے تہِ دام ابھی

عذر پرہیز...... شراب پینے سے معذوری
کاوش...... فکر، خلش
سعی پیہم...... مسلسل جدو جہد
کم و کیف...... کتنا اور کیسا
شمار سحر و شام...... یعنی گردش وقت میں الجھے رہنا
ابر نیساں...... موسم بہار کا بادل
تنک بخشی...... بہت کم دینا
کہسار...... پہاڑی سلسلہ

تہی جام...... خالی پیالہ
بادہ گردان عجم...... یعنی غیر اسلامی شراب پینے والے، مراد غیر اسلامی درس گاہوں میں تعلیم پانے والے۔
عربی میری شراب...... یعنی اسلامی خیالات کی حامل شاعری
مے آشام...... شراب پینے والے (یعنی مغربی درسگاہوں کا مسلمان طالب علم)
نسیم...... صبح کی ہوا
تہ دام...... جال کے نیچے

☆

پردہ چہرے سے اٹھا، انجمن آرائی کر
چشم مہر و مہ و انجم کو تماشائی کر

تو جو بجلی ہے تو یہ چشمک پنہاں کب تک؟
بے حجابانہ مرے دل سے شناسائی کر

نفس گرم کی تاثیر ہے اعجازِ حیات
تیرے سینے میں اگر ہے تو مسیحائی کر

کب تلک طور پہ دریُوزہ گری مثل کلیم!
اپنی ہستی سے عیاں شعلۂ سینائی کر

انجمن آرائی کر...... محفل سجادے
چشمک پنہاں...... نظریں بچانا۔ آنکھیں چرانا۔
اعجاز حیات...... زندگی کا معجزہ
طور...... وادی ایمن کا پہاڑ، کوہ طور

دریوزہ گری...... بھیک مانگنا
شعلۂ سینائی...... وہ روشنی (جلوہ) جو حضرت موسیٰ کو طور سینا نظر آئی۔

ہو تری خاک کے ہر ذرے سے تعمیر حرم
دل کو بیگانۂ انداز کلیسائی کر

اس گلستاں میں نہیں حد سے گزرنا اچھا
ناز بھی کر تو بہ اندازۂ رعنائی کر

پہلے خوددار تو مانند سکندر ہو لے
پھر جہاں میں ہوس شوکت دارائی کر

مل ہی جائے گی کبھی منزلِ لیلیٰ اقبالؔ
کوئی دن اور ابھی بادیہ پیمائی کر

باندازۂ رعنائی...... خوبصورتی/حسن و جمال جتنا
سکندر...... سکندر رومی/یونانی (۳۵۵ق م۔۳۲۳ق م)
شوکت دارائی...... ایران کے قدیم بادشاہ دارا کی سی شان

منزل لیلیٰ...... محبوب کا ٹھکانا
بادیہ پیمائی...... محبوب کی تلاش میں جنگلوں بیابانوں میں پھرنا

☆

؎ پھر بادِ بہار آئی، اقبالؔ غزلخواں ہو
غنچہ ہے اگر گل ہو! گل ہے، تو گلستاں ہو

تُو خاک کی مٹھی ہے، اجزا کی حرارت سے
برہم ہو، پریشاں ہو، وسعت میں بیاباں ہو

؎ تُو جنسِ محبت ہے، قیمت ہے گراں تیری
کم مایہ ہیں سوداگر، اس دیس میں ارزاں ہو

کیوں ساز کے پردے میں مستور ہو لَے تیری
تُو نغمۂ رنگیں ہے، ہر گوش پہ عریاں ہو

م ہو......بکھر جا
یشاں ہو......پھیل جا
ں......سودا
ِاں...... بھاری، زیادہ

کم مایہ......تھوڑی پونجی والا......والے
ارزاں......سستا یعنی تا کہ ہر ایک کے لئے قابلِ قبول ہو
مستور......چُھپی ہوئی

؎ اے رہروِ فرزانہ، رستے میں اگر تیرے
گلشن ہے تو شبنم ہو، صحرا ہے تو طوفاں ہو

ساماں کی محبت میں مضمر ہے تن آسانی
مقصد ہے اگر منزل، غارت گرِ ساماں ہو

رزانہ......دانا، عقل مند
ن آسانی......آرام طلبی، سستی

غارت گر......تباہ کرنے والا، مراد دلچسپی نہ لینے والا
حقیقت منتظر......جس حقیقت کا انتظار ہو، محبوب حقیقی

☆

کبھی اے حقیقتِ منتظر، نظر آ لباسِ مجاز میں
کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبینِ نیاز میں

طرب آشنائے خروش ہو، تُو نوا ہے محرمِ گوش ہو
وہ سرود کیا کہ چھپا ہوا ہو سکوتِ پردۂ ساز میں

تو بچا بچا کے نہ رکھ اسے، ترا آئنہ ہے وہ آئنہ
کہ شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہِ آئنہ ساز میں

دمِ طوف کرمکِ شمع نے یہ کہا کہ وہ اثرِ کہن
نہ تری حکایتِ سوز میں، نہ مری حدیثِ گداز میں

لباسِ مجاز......اصلی حالت میں۔یعنی جسم والا وجود
جبینِ نیاز......عاجزی اور انکسار والی پیشانی
طربِ آشنائے خروش......یعنی جذبۂ عشق کی دھوم مچا دینے
کے لطف سے آگاہ/واقف
نوا:......گیت،نغمہ
سرود......گیت،گانا،نغمہ

پردۂ ساز......ساز/باجے کی لے
کرمک......چھوٹا کیڑا یعنی پتنگا
اثرِ کہن......پرانی تاثیر
حکایتِ سوز......جلانے والی کہانی
حدیثِ گداز......دل پگھلانے والی بات

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی، جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرمِ خانہ خراب کو ترے عفوِ بندہ نواز میں

نہ وہ عشق میں رہیں گرمیاں، نہ وہ حسن میں رہیں شوخیاں
نہ وہ غزنوی میں تڑپ رہی، نہ وہ خم ہے زُلفِ ایاز میں

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو، زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا، تجھے کیا ملے گا نماز میں

بزم خانہ خراب......گھر کو اجاڑنے کا گناہ
فو بندہ نواز......بندوں پر مہربانی کرنے والی معافی
زنوی......مشہور بادشاہ محمود غزنوی جو اپنے غلام ایاز سے بہت
بت کرتا تھا،مراد عاشق
م......زلفوں کا بَل

ایاز......محمود غزنوی کا غلام خاص،مراد محبوب ہونا
سر بسجدہ......سجدے کی حالت
صدا......یعنی غیبی آواز/ضمیر کی آواز
صنم آشنا......بتوں کا عاشق،دنیاوی علائق کی محبت میں گرفتار
کیا ملے گا؟یعنی اس حالت میں یہ بے فائدہ عمل ہے

☆

تہِ دام ابھی غزل آشنا رہے طائرانِ چمن تو کیا
جو فغاں دلوں میں تڑپ رہی تھی نوائے زیرِ لبی رہی

ترا جلوہ کچھ بھی تسلی دل ناصبور نہ کرسکا
وہی گریۂ سحری رہا، وہی آہِ نیم شبی رہی

نہ خدا رہا نہ صنم رہے، نہ رقیبِ دیر و حرم رہے
نہ رہی کہیں اسد اللہی، نہ کہیں ابولہبی رہی

مرا ساز اگرچہ ستم رسیدۂ زخمہ ہائے عجم رہا
وہ شہید ذوق وفا ہوں میں کہ نوا مری عربی رہی

غزل آشنا...... مراد چھپانے والے، بات سمجھنے والے

طائران...... جمع طائر، پرندے

نوائے زیر لبی...... ہونٹوں میں دبی ہوئی آواز

دل ناصبور...... بے صبرا/ بے قرار دل

گریۂ سحری...... صبح سویرے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہونے اور رونے کی حالت

آہ نیم شبی...... آدھی رات کے وقت کا گڑگڑانا

نہ خدا رہا نہ صنم رہے...... یعنی مذہب سے دُوری کا زمانہ ہے۔

رقیب دیر وحرم...... مندر اور کعبہ کے مخالف

اسد اللہ...... خدا کا شیر ہونے کی کیفیت، اسد اللہ، حضرت علیؓ کا لقب جو ان کی شجاعت اور دلیری کے سبب انہیں دیا گیا۔

ابولہبی...... ابولہب کا سا انداز، ابولہب، حضور اکرمؐ کا چچا جو اسلام کا شدید دشمن تھا۔

ستم رسیدہ...... جس پر ظلم ہوا ہو

زخمہ ہائے عجم...... غیر عربی مضرابیں یعنی غیر اسلامی خیالات

شہید ذوق وفا...... ساتھ نبھانے کے ذوق شوق کا مارا ہوا

☆

گرچہ تو زندانی اسباب ہے
قلب کو لیکن ذرا آزاد رکھ

عقل کو تنقید سے فرصت نہیں
عشق پر اعمال کی بنیاد رکھ

اے مسلماں ہر گھڑی پیش نظر
آیۂ ''لا یُخلِفُ المیعادْ'' رکھ

یہ ''لسان العصر'' کا پیغام ہے
''ان وعداللہ حق یاد رکھ''

اسباب...... وسیلے اور ذریعے ڈھونڈنے والا۔

...آیت، قرآنی فقرہ

...ف المیعاد...... اللہ تعالیٰ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا (اچھے ...بخشش کا وعدہ)

...عصر...... زمانے کی زبان، یعنی اکبرالہ آبادی۔ خان بہادر سید اکبر حسین اکبر، مقام ولادت الہ آباد (۱۸۴۶ء انتقال ۱۹۲۱ء) اپنے دور میں جج رہے۔ ان کی مزاحیہ شاعری کو بہت شہرت حاصل ہے۔

ان وعداللہ حق...... بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

☆

میری نوائے شوق سے شور حریمِ ذات میں!
غلغلہ ہائے الاماں بتکدۂ صفات میں!

حور و فرشتہ ہیں اسیر میرے تخیلات میں
میری نگاہ سے خلل تیری تجلیات میں!

گرچہ ہے میری جستجو دیر و حرم کی نقش بند
میری فغاں سے رستخیز کعبہ و سومنات میں!

گاہ مری نگاہِ تیز چیر گئی دلِ وجود
گاہ الجھ کے رہ گئی میرے توہمات میں!

تُو نے یہ کیا غضب کیا، مجھ کو بھی فاش کر دیا
میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں!

حریم ذات......خداتعالی کاٹھکانا/عرش
غُلغلہ......شور، ہنگامہ
الاماں......پناہ، خدا کی پناہ
بُت کدۂ صفات......یہ کائنات جس میں اہل بصیرت کو خدا کی مختلف صفتیں نظر آتی ہیں۔
تخیلات......خیالات
خَلَل......فتور، رخنہ

تجلیات......خدا کے جلوے
نقشبند......صورت گر، کسی شے کو شکل دینے والی
رَستخیز......قیامت، ہنگامہ
کعبہ و سومنات......مراد تمام اسلامی اور کفر کے
گاہ......کبھی
دل وجود......کائنات کا باطن/اندر

☆

اگر کج رو ہیں انجم، آسماں تیرا ہے یا میرا؟
مجھے فکرِ جہاں کیوں ہو، جہاں تیرا ہے یا میرا؟

اگر ہنگامہ ہائے شوق سے ہے لامکاں خالی
خطا کس کی ہے یارب! لامکاں تیرا ہے یا میرا؟

اُسے صبحِ ازل انکار کی جرأت ہوئی کیونکر؟
مجھے معلوم کیا، وہ رازداں تیرا ہے یا میرا؟

محمدؐ بھی ترا، جبریل بھی، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرفِ شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا؟

اسی کوکب کی تابانی سے ہے تیرا جہاں روشن
زوالِ آدمِ خاکی زیاں تیرا ہے یا میرا؟

ہائے شوق......تمناؤں اور آرزوؤں کے ہنگامے/شور
یاق
ل......مراد اوپر کی دنیا یعنی عالمِ قُدس
زل......اس کائنات کی تخلیق کی جگہ
شیریں......میٹھا یعنی عمدہ لفظ

کوکب......ستارہ، مراد انسان
تابانی......چمک
آدم خاکی......انسان
زیاں......نقصان، گھاٹا

☆ good

ترے شیشے میں مے باقی نہیں ہے
بتا کیا تو مرا ساقی نہیں ہے؟
سمندر سے ملے پیاسے کو شبنم
بخیلی ہے یہ رزّاقی نہیں ہے

شیشہ……صُراحی، شراب کی صُراحی
بخیلی……کنجوسی
رَزّاقی……بہت رزق دینے کا عالم

☆

گیسوئے تاب دار کو اور بھی تاب دار کر
ہوش و خرد شکار کو، قلب و نظر شکار کر

عشق بھی ہو حجاب میں، حسن بھی ہو حجاب میں
یا تو خود آشکار ہو یا مجھے آشکار کر

تو ہے محیط بیکراں، میں ہوں ذرا سی آبجو
یا مجھے ہمکنار کر یا مجھے بے کنار کر

میں ہوں صدف تو تیرے ہاتھ میرے گہر کی آبرو
میں ہوں خزف تو تُو مجھے گوہر شاہوار کر

تابدار کرنا……بل دینا، مزید دلکش بنانا
خُرد……عقل
قلب ونظر……دل اور نظر
شکار کرنا……موہ لینا
حجاب میں ہونا……پردے میں یا چھپے ہونا
مُحیط بے کراں……ایسا سمندر جس کا کوئی کنارہ نظر نہ آئے
آبجو……ندی

صَدَف……سیپی
آبرو……چہرے کی چمک، مراد عزت
خزف……ٹھیکری، کنکر
گوہر شاہوار کر……بادشاہوں کے لائق موتی بنا، مراد اپنی بارگاہ کا خاص بندہ بنا۔

نغمۂ نو بہار اگر میرے نصیب میں نہ ہو
اس دمِ نیم سوز کو طائرکِ بہار کر

باغ بہشت سے مجھے حکمِ سفر دیا تھا کیوں؟
کارِ جہاں دراز ہے، اب مرا انتظار کر

روز حساب جب مرا پیش ہو دفتر عمل
آپ بھی شرمسار ہو، مجھ کو بھی شرمسار کر

دمِ نیم سوز...... مراد ملت کی ناکامیوں کے سبب جلا ہوا دل/ شاعری
حکمِ سفر...... مراد حضرت آدمؑ کو جنت سے زمین پر اُترنے کا حکم
کارِ جہاں...... اس دنیا کے معاملے...... کاروبار
دراز ہے...... پھیلا ہوا، طویل
روزِ حساب...... قیامت کا دن
دفترِ عمل...... وہ کتاب جس میں انسان کے نیک اور بُرے درج ہونگے۔

☆

اثر کرے نہ کرے سن تو لے مری فریاد
نہیں ہے داد کا طالب یہ بندۂ آزاد

یہ مشتِ خاک، یہ صرصر، یہ وسعتِ افلاک
کرم ہے یا کہ ستم، تیری لذت ایجاد

ٹھہر سکا نہ ہوائے چمن میں خیمۂ گل!
یہی ہے فصل بہاری؟ یہی ہے بادِ مراد؟

قصور وار، غریب الدیار ہوں، لیکن
ترا خرابہ فرشتے نہ کر سکے آباد

صَرصَر...... آندھی
اَفلاک...... جمع فلک، آسمان
ہوائے چمن...... چمن کی فضا
خیمۂ گل...... پھول کا خیمہ
نہ ٹھہرنا...... مراد فانی اور عارضی ہونا
بادِ مُراد...... خواہش کے مطابق چلنے والی ہوا
غریب الدیار...... پردیسی، اصل جگہ سے دور
خرابہ...... ویرانہ، مراد یہ دنیا

مری جفا طلبی کو دعائیں دیتا ہے
وہ دشت سادہ، وہ تیرا جہان بے بنیاد

خطر پسند طبیعت کو سازگار نہیں
وہ گلستاں کو جہاں گھات میں نہ ہو صیاد

مقام شوق ترے قدسیوں کے بس کا نہیں
انہیں کا کام ہے یہ جن کے حوصلے ہیں زیاد

جفا طلبی......سخت کوشی، سختیوں میں خوش رہنے کی حالت
دشتِ سادہ...... مراد یہ دنیا جو ویران تھی، انسان نے آکر اس میں رونقیں پیدا کیں۔
جہانِ بے بنیاد......مراد عارضی و فانی دنیا
گھات میں ہونا......تاک میں ہونا

صیاد......شکاری
قُدسی......مراد فرشتہ
بس میں ہونا......قابو میں ہونا
زیاد......زیادہ

☆

کیا عشق ایک زندگی مستعار کا!
کیا عشق پایدار سے ناپایدار کا!!

وہ عشق، جس کی شمع بجھا دے اجل کی پھونک
اس میں مزا نہیں تپش و انتظار کا

میری بساط کیا ہے؟ تب و تابِ یک نفس!
شعلہ سے بے محل ہے الجھنا شرار کا

کر پہلے مجھ کو زندگی جاوداں عطا
پھر ذوق و شوق دیکھ دل بے قرار کا

کانٹا وہ دے کہ جس کی کھٹک لازوال ہو
یارب وہ درد جس کی کسک لازوال ہو

زندگیٔ مُستعار......مراد عارضی زندگی
تَپِش......حرارت، گرمی
بساط......حیثیت، اَوقات، شطرنج
بے محل......بے موقع، نامناسب
اُلجھنا......ٹکر لینا

زندگیٔ جاوداں......ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی
لازوال......ہمیشہ کا رہنے والا
کسک......ٹیس
مہر و وفا......محبت اور خلوص
حریمِ کبریا...... خدائی عظمت کی منزل

☆

دلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریم کبریا سے آشنا کر

جسے نانِ جویں بخشی ہے تو نے
اسے بازوئے حیدرؓ بھی عطا کر

نانِ جویں......جَو کی روٹی جو حضرت علیؓ کو پسند تھی
بازوئے حیدرؓ......مراد حضرت علیؓ کی سی قوت، خیبر جیسے کفر کے قلعہ کو توڑنے والی قوت

☆

پریشاں ہو کے میری خاک آخر دل نہ بن جائے
جو مشکل اب ہے یارب پھر وہی مشکل نہ بن جائے

نہ کردیں مجھ کو مجبورِ نوا فردوس میں حوریں
مرا سوزِ دروں پھر گرمیٔ محفل نہ بن جائے

کبھی چھوڑی ہوئی منزل بھی یاد آتی ہے راہی کو
کھٹک سی ہے جو سینے میں غمِ منزل نہ بن جائے

بنایا عشق نے دریائے ناپیدا کراں مجھ کو
یہ میری خود نگہداری مرا ساحل نہ بن جائے

مجبورِ نوا......عشق الٰہی کی باتیں کرنے پر مجبور
فردوس......بہشت
سوزِ دروں......دل کی گرمی، اندر کی تپش
راہی......مسافر، انسان
کھٹک......چُبھن، خلش
دریائے ناپیدا کراں......وسیع سمندر جس کا کوئی کنارہ نہ ہو، عشق کے سبب انسان کا لامحدود ہوجانا۔
خودنگہداری......اپنی ذات پر نظر رکھنا، خدا کے عشق میں پوری طرح محو نہ ہونا
ساحل......کنارہ، مراد پھیلاؤ میں رکاوٹ

نہیں اس عالم بے رنگ و بو میں بھی طلب میری
وہی افسانۂ دنبالۂ محمل نہ بن جائے

عروج آدم خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارا مہ کامل نہ بن جائے

طلب...... مانگ، خواہش

افسانۂ دنبالۂ محمل ...... محمل کے پیچھے پیچھے چلنے کی داستاں، ایک دفعہ مجنوں نے لیلیٰ کو خط بھیجا، لیکن ساتھ ہی قاصد کے پیچھے پیچھے ہولیا کہ لیلیٰ سے یہ کہنا، لیلیٰ سے وہ کہنا، یہاں تک کہ خود لیلیٰ کی منزل کے قریب پہنچ گیا۔

آدم خاکی...... اِنسان

سہم جانا...... ڈر جانا

مہِ کامل...... مکمل چاند

☆

دگرگوں ہے جہاں، تاروں کی گردش تیز ہے ساقی
دلِ ہر ذرہ میں غوغائے رستا خیز ہے ساقی

متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی؟

وہی دیرینہ بیماری، وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

حرم کے دل میں سوزِ آرزو پیدا نہیں ہوتا
کہ پیدائی تری اب تک حجاب آمیز ہے ساقی

ساقی...... شراب پلانے والا، محبوب

غوغا...... شور، ہنگامہ

متاع...... پونجی، دولت

دین و دانش...... مراد دین و دنیا سب کچھ

کافر ادا...... انتہائی دلکش اداؤں والا محبوب

غمزہ...... ناز، ادا، نخرا

خون ریز...... خون گرانے والا

دیرینہ...... پرانی

نامحکمی...... عبد مستحکم مراد بے قراری یعنی پکا یقین نہ ہونے کی حالت

آبِ نشاط انگیز...... نشہ لانے والا یا نشہ لانے والی شراب، مراد آغاز اسلام والا جوش و جذبہ اور عشق الٰہی

حجاب آمیز...... پردہ ڈالنے والا، پردہ ڈالے ہوئے۔

نہ اٹھا پھر کوئی رومی عجم کے لالہ زاروں سے
وہی آب و گِل ایراں، وہی تبریز ہے ساقی

نہیں ہے نا امید اقبالؔ اپنی کِشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

فقیر راہ کو بخشے گئے اسرار سلطانی
بہا میری نوا کی دولتِ پرویز ہے ساقی

عَجم......مراد ایران، غیر عرب علاقے۔
لالہ زار......جہاں لالہ کے پھول ہوں، مراد سرزمین
آب و گِل ایراں......مراد ایران کی سرزمین
تبریز......شمس تبریزی، مرشد رومی، تبریز کے باشندے تھے، انہوں نے رومی میں ایک عظیم تبدیلی پیدا کی۔
کشتِ ویراں......غیر پیداواری کھیتی، مراد ملت اسلامیہ جو جہد و عمل سے بیگانہ ہو کر غلامی کی زندگی بسر کر رہی ہے۔

نم......نمی، مراد رحمتِ خداوندی
فقیر راہ......مراد خود علامہ اقبال
اَسرارِ سُلطانی......بادشاہی/حکمرانی کے بھید
بہا......قیمت
دولتِ پرویز......ایران کے ایک قدیم عظیم بادشاہ خسرو پرویز کی حکومت، مراد باعظمت حکمرانی

☆

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی!

تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی!

مری مینائے غزل میں تھی ذرا سی باقی
شیخ کہتا ہے کہ ہے یہ بھی حرام اے ساقی!

شیر مردوں سے ہوا بیشۂ تحقیق تہی
رہ گئے صوفی و ملا کے غلام اے ساقی!

میرا مقام......یعنی ملت اسلامیہ کا مقام
ہند کے میخانے بند......مُراد برِصغیر غلامی میں مبتلا ہے۔
فیض......فائدہ یا نفع پہنچانے کی کیفیت
مینائے غزل......غزل کی صراحی، مراد شاعری جس میں عشق خدا اور رسولؐ ہے۔
شیخ......نام نہاد مُلا

شیر مرد......دلیر لوگ/مراد مومن
بیشۂ تحقیق......تحقیق یعنی دینی مسائل کی حقیقت جاننے کا ذوق
تہی......خالی، مراد وہ بات نہیں رہی۔
صوفی و مُلا کے غلام......مُراد اُن مذہبی رہنماؤں کے پیروکار جو خود تحقیق سے بے خبر اور صرف لکیر کے فقیر ہیں۔

عشق کی تیغ جگر دار اڑا لی کس نے؟
علم کے ہاتھ میں خالی ہے نیام اے ساقی

سینہ روشن ہو تو ہے سوزِ سخن عینِ حیات
ہو نہ روشن، تو سخن مرگ دوام اے ساقی

تو مری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ
ترے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساقی!

عِلم......فلسفہ،حکمت
نیام......تلوار کا غلاف
عینِ حیات......سراسر زندگی، ہمیشہ کی زندگی

مرگِ دوام......ہمیشہ ہمیشہ کی موت
مہتاب......چاند
ماہِ تمام......پورا چاند، مراد علم اور عمل کی شراب

☆

مٹا دیا مرے ساقی نے عالم من و تو
پلا کے مجھ کو مئے ''لا الہ الا ھو''

نہ مے، نہ شعر، نہ ساقی، نہ شورِ چنگ و رباب!
سکوت کوہ و لبِ جوئے و لالۂ خودرو!

گدائے میکدہ کی شانِ بے نیازی دیکھ
پہنچ کے چشمۂ حیواں پہ توڑتا ہے سبو!

مرا سبوچہ غنیمت ہے اس زمانے میں
کہ خانقاہ میں خالی ہیں صوفیوں کے کدو

...کوہ......پہاڑ پر چھائی ہوئی خاموشی
...وئے......ندی کا کنارہ
...ودرو......خود بخود اگا ہوا (بغیر کاشت کیے) لالہ کا پھول
...ئے میکدہ......شراب خانے کا فقیر، مراد توحید پرست
...بے نیازی......کسی بھی شے کی پروانہ ہونا
... حیواں......آبِ حیات کا افسانوی چشمہ، جس کا پانی

پی کر آدمی ہمیشہ زندہ رہتا ہے۔
سبوچہ......چھوٹا مٹکا
غنیمت ہے......بہتر ہے، مناسب ہے، شکر ہے۔
کدو......مراد بڑا پیالہ
صوفیوں کے کدو خالی ہیں......مراد گوشہ یا خانقاہ نشینی کے سبب صوفی جہد و عمل اور عملی جذبوں سے محروم ہیں۔

میں نو نیاز ہوں مجھ سے حجاب ہی اولیٰ
کہ دل سے بڑھ کے ہے میری نگاہ بے قابو

اگرچہ بحر کی موجوں میں ہے مقام اس کا
صفائے پاکیِ طینت سے ہے گہر کا وضو

جمیل تر ہیں گل و لالہ فیض سے اس کے
نگاہ شاعرِ رنگیں نوا میں ہے جادو

اولیٰ...... بہتر

بے قابو...... جو اختیار میں نہ ہو

صفائے پاکی طینت...... مراد باطن/اندر کا ہر آلودگی سے صاف ہونا۔

گہر کا وضو...... پانی میں رہنے کے سبب موت کے لیے لفظ استعمال کیا ہے۔

شاعرِ رنگیں نوا...... ایسا شاعر جس کی شاعری پُر تاثیر۔

☆

متاعِ بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقامِ بندگی دے کر نہ لوں شانِ خداوندی

ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا، نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی، وہاں جینے کی پابندی

حجاب اکسیر ہے آوارۂ کوئے محبت کو
میری آتش کو بھڑکاتی ہے تیری دیر پیوندی

گزر اوقات کرلیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کارِ آشیاں بندی

متاعِ بے بہا...... بہت قیمتی سرمایہ

درد و سوز...... جذبوں کی حرارت

حجاب...... پردہ، رکاوٹ، آڑ

اکسیر ہے...... مفید ہے

آوارۂ کوئے محبت...... کوچہ محبت میں بے مقصد گھومنے والا

بھڑکانا...... تیز کرنا

دیر پیوندی...... دیر سے وابستہ ہونا/تعلق قائم کرنا

کارِ آشیاں بندی...... گھونسلا بنانے کا کام

۵ یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی؟

زیارت گاہ اہلِ عزم و ہمت ہے لحد میری
کہ خاکِ راہ کو میں نے بتایا رازِ الوندی

مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسنِ معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی

مکتب کی کرامت ...... مدرسے کا غیر معمولی کارنامہ، مراد ظاہری علم کے بس کی بات نہیں (اشارہ ہے واقعہ قربانی کی طرف)
آدابِ فرزندی ...... بیٹا ہونے کے طور طریقے۔ اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جب حضرت ابراہیمؑ نے اپنے خواب میں حضرت اسمٰعیلؑ کو قربان کرنے کا ذکر کیا تو حضرت اسمٰعیلؑ نے فوراً خواب کو پورا کرنے کی خاطر اپنا آپ پیش کر دیا۔
اہلِ عزم و ہمت ...... جدوجہد اور عمل کے جذبہ سے سرشار لوگ۔

خاکِ راہ...... راستے کی مٹی، کمزور یا حقیر شے، غلام قوم
رازِ الوندی ...... الوند (ایران کا پہاڑ) یعنی پہاڑ جیسی قو
راز
حُسن معنی...... شاعری میں اچھے اور اعلیٰ مضامین
مشاطگی ...... سجانے، آراستہ کرنے کا عمل
لالے کی حنا بندی...... لالہ سرخ رنگ کا ہوتا ہے، اسے م
لگانے کی ضرورت نہیں ہوتی، مراد شعر میں ظاہری آرائش

تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ؟
وہ ادب گہِ محبت وہ نگہ کا تازیانہ

یہ بتانِ عصرِ حاضر کہ بنے ہیں مدرسے میں
نہ ادائے کافرانہ، نہ تراشِ آزرانہ

۵ نہیں اس کھلی فضا میں کوئی گوشۂ فراغت
یہ جہاں عجب جہاں ہے! نہ قفس، نہ آشیانہ!

رگِ تاک منتظر ہے تری بارشِ کرم کی
کہ عجم کے میکدوں میں نہ رہی مئے مغانہ

تانِ عصرِ حاضر ...... مراد جدید مغربی انداز کی تعلیم (جس
یں مادہ پرستی پر زور ہے) حاصل کرنے والے نوجوان۔
ادائے کافرانہ...... مراد باطنی حُسن، جذبۂ روحانیت یا عشقِ حقیقی
تراشِ آزرانہ ...... (حضرت ابراہیمؑ کے زمانے کے شہور بت تراش) کی سی ماہرانہ بناوٹ، مراد ظاہری کمال (بھی نہیں)

گوشۂ فراغت ...... سکون اور آرام کا کونا
قفس...... پنجرہ
رگِ تاک ...... انگور کی بیل، مراد ملت اسلامیہ
مے کدے ...... شراب خانے، مراد اسلامی جذبے پیدا کرنے والے ادارے۔
مَے مُغانہ...... مراد اسلامی خیالات اور جذبے

مرے ہم صفیر اسے بھی اثر بہار سمجھے!
انہیں کیا خبر کہ کیا ہے یہ نوائے عاشقانہ!

مرے خاک وخوں سے تو نے یہ جہاں کیا ہے پیدا
صلۂ شہید کیا ہے؟ تب و تاب جاودانہ!

تری بندہ پروری سے مرے دن گزر رہے ہیں
نہ گلہ ہے دوستوں کا' نہ شکایت زمانہ

ہم صفیر......ہم آواز، ہم زبان، مراد برصغیر کے مسلمان شاعر
نوائے عاشقانہ......عشقیہ اشعار
تب وتاب جاودانہ......ہمیشہ ہمیشہ کی بیقراری یا آتش عشق
کی حرارت کی کیفیت۔
بندہ پروری......بندوں کو نوازنے کی کیفیت، بندوا
مہربانی، بندوں کے دل جیتنا

☆

ضمیر لالہ مئے لعل سے ہوا لبریز
اشارہ پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پرہیز

بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی
کیا ہے اس نے فقیروں کو وارث پرویز

پرانے ہیں یہ ستارے' فلک بھی فرسودہ
جہاں وہ چاہیے مجھ کو کہ ہو ابھی نوخیز

کسے خبر ہے کہ ہنگامۂ نشور ہے کیا
تری نگاہ کی گردش ہے میری رستاخیز

مئے لعل......سُرخ شراب
لبریز......بھرا ہوا، پُر، (مراد بہار آ گئی)
پرہیز توڑنا......مراد توبہ توڑنا
بساط......کوئی سی چیز جو بچھائی جائے، دری، قالین، چٹائی
فقیر......مراد بے حیثیت انسان، مفلس
وارثِ پرویز......بادشاہ خسرو پرویز کا وارث، مراد بہت بڑی
سلطنت وعظمت کا/کے مالک
فرسودہ......گھسا ہوا، بہت پُرانا/قدیم
نوخیز......نیا نیا وجود میں آیا ہوا
نگاہ کی گردش......دل کش انداز میں نظریں گھمانے کی حالت

نہ چھین لذتِ آہِ سحرگہی مجھ سے
نہ کر نگہ سے تغافل کو التفات آمیز

دل غمیں کے موافق نہیں ہے موسمِ گل
صدائے مرغِ چمن ہے بہت نشاط انگیز

حدیثِ بے خبراں ہے "تو با زمانہ بساز"
زمانہ با تو نسازد، "تو بازمانہ ستیز"

تغافل......جان بوجھ کر بے توجہی کرنا
اِلتفات آمیز......جس میں توجہ شامل ہو
دلِ غمیں......غمگیں دل
موافق......سازگار

مرغِ چمن......باغ کا پرندہ یعنی بلبل
نشاط انگیز......مسرت/خوشی بخش
حدیثِ بے خبراں......ناسمجھ لوگوں کی بات
"تو بازمانہ بساز"......"تو زمانے کے ساتھ موافقت کر

☆

وہی میری کم نصیبی، وہی تیری بے نیازی
مرے کام کچھ نہ آیا یہ کمالِ نے نوازی

میں کہاں ہوں تو کہاں ہے؟ یہ مکاں کہ لامکاں ہے؟
یہ جہاں مرا جہاں ہے کہ تری کرشمہ سازی

اسی کشمکش میں گزریں مری زندگی کی راتیں
کبھی سوز و سازِ رومیؔ، کبھی پیچ و تابِ رازیؔ!

وہ فریب خوردہ شاہیں کہ پلا ہو کرگسوں میں
اسے کیا خبر کہ کیا ہے رہ و رسمِ شاہبازی

بے نیازی......مراد بے توجہی، بے پروائی
کمال......مہارت
مکاں......مراد یہ کائنات
لامکاں......عالم بالا

کرشمہ سازی......ناز و ادا کی کیفیت
کرگس......گدھ
شاہبازی......شاہباز کی سی بلند پروازی اور شکار کرنے میں
عزم وہمت

نہ زباں کوئی غزل کی، نہ زباں سے باخبر میں
کوئی دل کشا صدا ہو، عجمی ہو یا کہ تازی

نہیں فقر و سلطنت میں کوئی امتیاز ایسا
یہ سپہ کی تیغ بازی، وہ نگہ کی تیغ بازی

کوئی کارواں سے ٹوٹا، کوئی بدگماں حرم سے
کہ امیر کارواں میں نہیں خوئے دل نوازی

عجمی......ایرانی، فارسی
تازی......عربی
امتیاز......فرق، تمیز
تیغ بازی......تلوار چلانا

کارواں سے ٹوٹنا......قافلے سے جدا ہونا، بچھڑ جانا۔
بدگماں......دل میں شک رکھنے والا
امیر کارواں......قافلہ سالار/ قافلے کا سربراہ، قومی رہنما

☆

اپنی جولاں گاہ زیرِ آسماں سمجھا تھا میں
آب و گل کے کھیل کو اپنا جہاں سمجھا تھا میں

بے حجابی سے تری ٹوٹا نگاہوں کا طلسم
اک ردائے نیلگوں کو آسماں سمجھا تھا میں

کارواں تھک کر فضا کے پیچ و خم میں رہ گیا
مہر و ماہ و مشتری کو ہم عناں سمجھا تھا میں

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بیکراں سمجھا تھا میں

آب و گل کا کھیل......مراد یہ فانی اور مادی دنیا
بے حجابی......بے پردہ ہونا، سامنے آنا، مراد کائنات میں خدا کے جلوے مختلف صورتوں میں نظر آنا
طلسم......جادو
ردائے نیلگوں......نیلی چادر، آسمان
کارواں......قافلہ، مراد اسمانی مخلوق، چاند ستارے وغیرہ۔

پیچ و خم......موڑ، راستے کے موڑ اور چکر
ہم عناں......سفر میں ساتھ چلنے والے
جست......چھلانگ
پردہ داری......چھپے ہونے کی حالت

کہہ گئیں رازِ محبت پردہ داری ہائے شوق!
تھی فغاں وہ بھی جسے ضبطِ فغاں سمجھا تھا میں

تھی کسی درماندہ رہرو کی صدائے درد ناک
جس کی آوازِ رحیل کارواں سمجھا تھا میں

فُغاں......فریاد، آہ
ضبطِ فُغاں......فریاد پر قابو پانے کی حا۔
درماندہ رہرو... پیچھے رہا ہوا مسافر

صدائے درد ناک......ایسی آواز یا فریاد جس میں درد
کسک ہو

☆

اک دانش نورانی، اک دانش برہانی
ہے دانش برہانی، حیرت کی فراوانی

اس پیکر خاکی میں اک شے ہے، سو وہ تیری
میرے لیے مشکل ہے اس شے کی نگہبانی

اب کیا جو فغاں میری پہنچی ہے ستاروں تک
تو نے ہی سکھائی تھی مجھ کو یہ غزل خوانی

ہو نقش اگر باطل، تکرار سے کیا حاصل؟
کیا تجھ کو خوش آتی ہے آدم کی یہ ارزانی؟

دانش نورانی......نوری عقل، مراد عشق حقیقی
حیرت......حیرانی، کسی چیز/مسئلے میں کھوئے رہنے کی حالت
اِک شے......ایک چیز، مراد دل
خوانی......غزل پڑھنا، مراد شاعری

نقش......تصویر
تکرار......دُہرانا
خوش آنا......اچھا لگنا، پسند آنا

مجھ کو تو سکھا دی ہے افرنگ نے زندیقی
اس دور کے ملا ہیں کیوں ننگِ مسلمانی!

تقدیر شکن قوت باقی ہے ابھی اس میں
ناداں جسے کہتے ہیں تقدیر کا زندانی

تیرے بھی صنم خانے، میرے بھی صنم خانے
دونوں کے صنم خاکی، دونوں کے صنم فانی!

زندیقی...... بے دینی، ظاہر میں ایمان باطن میں کفر ہونا
ننگِ مسلمانی...... مسلمانوں کے لیے باعثِ شرم
تقدیر شکن...... تقدیر کو موڑنے والی، مراد جد و جہد سے اپنی
تقدیر آپ بنانے کا عمل
تقدیر کا زندانی...... تقدیر کا قیدی، مُراد بے عمل

☆

یا رب! یہ جہانِ گزراں خوب ہے لیکن
کیوں خوار ہیں مردانِ صفا کیش و ہنرمند؟

گو اس کی خدائی میں مہاجن کا بھی ہے ہاتھ
دنیا تو سمجھتی ہے فرنگی کو خداوند

تو برگ گیا ہے ندہی اہلِ خرد را
اُو کشت گل و لالہ بہ بخشد بہ خرے چند

حاضر ہیں کلیسا میں کباب و مئے گلگوں
مسجد میں دھرا کیا ہے بجز موعظہ و پند

جہانِ گوراں...... فنا ہو جانے والی دنیا۔
مردان...... جمع مرد، انسان، باہمت انسان
صفا کیش...... پاک دل والے
مہاجن...... بنیا، ہندو
کباب و مے گلگوں...... کباب اور سرخ شراب، عیش و نشاط
کی چیزیں
موعظہ و پند...... وعظ اور نصیحت

احکام ترے حق ہیں، مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنا سکتے ہیں پاژند!

فردوس جو تیرا ہے کسی نے نہیں دیکھا
افرنگ کا ہر قریہ ہے فردوس کی مانند!

مدت سے ہے آوارۂ افلاک مرا فکر
کردے اسے اب چاند کی غاروں میں نظربند

فطرت نے مجھے بخشے ہیں جوہر ملکوتی
خاکی ہوں مگر خاک سے رکھتا نہیں پیوند

درویش خدا مست نہ شرقی ہے، نہ غربی
گھر میرا نہ دلی، نہ صفاہاں، نہ سمرقند

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
نے ابلۂ مسجد ہوں، نہ تہذیب کا فرزند!

مفسر ...... تفسیر یعنی تشریح کرنے والے
تاوِیل ...... مراد اپنے مطلب کے معنی نکالنا
پاژند ...... آتش پرستوں کی دینی کتاب ژند کی تفسیر
آوارۂ افلاک ...... آسمانوں پر گھومنے والا، مراد بلند فکر

جوہر ملکوتی ...... فرشتوں کی سی صلاحیتیں
پیوند ...... تعلق، واسطہ
ابلہ مسجد ...... مسجد کا احمق/سادہ لوح، مراد نام نہاد مُلا
تہذیب کا فرزند ...... مراد جدید یورپی تہذیب کا پیرو

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مشکل ہے کہ اک بندۂ حق بیں و حق اندیش
خاشاک کے تودے کو کہے کوہ دماوند

ہوں آتش نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش
میں بندۂ مومن ہوں، نہیں دانہ اسپند

پرسوز و نظر باز و نکو بین و کم آزار
آزاد و گرفتار و تہی کیسہ و خورسند

ہر حال میں میرا دل بے قید ہے خرم
کیا چھینے گا غنچے سے کوئی ذوق شکر خند

چپ رہ نہ سکا حضرت یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اِس بندۂ گستاخ کا منہ بند!

زہر ہلاہل ...... فوراً ہلاک کر دینے والا زہر
بندۂ حق بیں ...... حقیقت پر نظر رکھنے والا
کوہ دماوند ...... دماوند (ایران کا ایک پہاڑ) پہاڑ، مراد اپنی جگہ سے نہ ہلنے والی شے
دانہ اسپند ...... ہرمل کا دانہ جسے آگ میں ڈالیں تو چٹخنے لگتا ہے
نظرباز ...... مراد مشاہدے کی گہری نظر والا

نکوبیں ...... اچھا یعنی بغور دیکھنے اور سوچنے والا
کم آزار ...... دوسروں کو تکلیف نہ پہنچانے والا
تہی کیسہ ...... خالی جیب والا، کنگال
ذوقِ شکر خند ...... میٹھی ہلکی سی مسکراہٹ کا ذوق، کلی کھلنے کا دلکش انداز
حضرت یزداں ...... اللہ تعالیٰ

☆

”مااز پئے سنائی وعطار آمدیم“

سما سکتا نہیں پہنائے فطرت میں مرا سودا
غلط تھا اے جنوں شاید ترا اندازۂ صحرا

خودی سے اس طلسم رنگ و بو کو توڑ سکتے ہیں
یہی توحید تھی جس کو نہ تو سمجھا‘ نہ میں سمجھا

نگہ پیدا کر اے غافل تجلی عینِ فطرت ہے
کہ اپنی موج سے بیگانہ رہ سکتا نہیں دریا

رقابت علم و عرفاں میں غلط بینی ہے منبر کی
کہ وہ حلاج کی سولی کو سمجھا ہے رقیب اپنا

سمانا......جگہ پانی، بسنا
پہنائے فطرت......مراد کائنات کا پھیلاؤ
سَودا......دیوانگی، اندر کی بات
جنون......دیوانگی
طلسم رنگ وبو......مراد دنیا کا جادو
توحید......خدا کی وحدت، صرف ایک معبود کا تصور
نِگہ......نگاہ، مراد بصیرت
عینِ فطرت......قدرت کے مطابق، عالمِ تخلیق

رقابت......کینہ، حسد
عرفاں......خدا کو جاننا، روحانیت
غلط بینی......غلط اندازے لگانا
مِنبر......جس پر کھڑے ہو کر مولوی وعظ کرتے ہیں، یہاں علمائے ظاہر، روحانیت سے بے بہرہ
حَلاج......مراد منصور حلاج، جنہیں ”اناالحق“ کہنے پر سر دیا گیا تھا

غدا کے پاک بندوں کو حکومت میں‘ غلامی میں
زرہ کوئی اگر محفوظ رکھتی ہے تو استغنا

نہ کر تقلید اے جبریل میرے جذب و مستی کی
تن آساں عرشیوں کو ذکر و تسبیح و طواف اولیٰ!

☆☆☆

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا‘ وہاں بے ذوق ہے صہبا!

نہ ایراں میں رہے باقی‘ نہ توراں میں رہے باقی
وہ بندے فقر تھا جن کا ہلاکِ قیصر و کسریٰ

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذرؓ و دلق اویسؓ و چادر زہراؓ

اِستغنا......دنیاوی چیزوں سے بے پروا۔
جبریل......حضرت جبریلؑ، مراد کوئی بھی مقرب فرشتہ
جذب ومستی......عشق میں کھو جانا
عرشی......مراد فرشتے
مشرق ومغرب کے میخانے......مراد مشرقی اور مغربی ملکوں کے تعلیمی ادارے۔
ساقی......مراد صحیح تعلیمی اداروں کے استاد
صہبا......شراب، مراد تعلیمی اداروں سے ملنے والا علم۔
فقر......عشق خداوندی میں باطل قوتوں سے بے خوفی، وہ حالت جہاں اللہ کے سوا کسی سے عشق نہیں ہوتا۔ اور باطل سے کوئی خوف نہیں رہتا۔
شیخ حرم......مسلمان عالم، مراد ظاہری عالم
گلیم بوذرؓ......بوذرؓ کی کملی مراد حضرت ابوذر غفاریؓ کا زہد اور پرہیزگاری۔
دَلق اویسؓ......اُویسؓ کی گدڑی، مراد حضرت اویسؓ کا فقیرانہ لباس
چادرِ زہراؓ......حضرت فاطمہ الزہراؓ کی چادر، مراد حضور اکرم کی دختر حضرت فاطمہؓ کی عفت وعصمت

حضورِ حق میں اسرافیل[4] نے میری شکایت کی
یہ بندہ وقت سے پہلے قیامت کر نہ دے برپا

ندا آئی کہ آشوبِ قیامت سے یہ کیا کم ہے
"گرفتہ چینیاں احرام و مکی خفتہ در بطحا"

لبالب شیشۂ تہذیبِ حاضر ہے مئے "لا" سے
مگر ساقی کے ہاتھوں میں نہیں پیمانۂ "الا"

دبا رکھا ہے اس کو زخمہ ور کی تیز دستی نے
بہت نیچے سروں میں ہے ابھی یورپ کا واویلا

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موجِ تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا!

حضورِ حق......مراد اللہ کے حضور
قیامت برپا کرنا......ایک زبردست ہنگامہ کھڑا کر دینا۔
ندا......آواز
آشوبِ قیامت......قیامت کا ہنگامہ
لبالب......پوری طرح بھری ہوئی
شیشہ......صُراحی
تہذیبِ حاضر......موجودہ دور کی مادہ پرست تہذیب
مَے "لا"......"نہیں" مراد توحید کی شراب
پیمانۂ "اِلا"......"سوائے" کا جام، مراد اللہ کے سوا (کوئی معبود نہیں ہے)
زخمہ ور......مراد ستار نواز
تیز دستی......فنی مہارت
تُند جولاں......تیز چلنے والی
نہنگ......مگرمچھ
نشیمن......ٹھکانا، آشیانہ
تہ و بالا......نیچے اوپر، تباہ

☆......☆......☆

غلامی کیا ہے؟ ذوقِ حسن و زیبائی سے محرومی
جسے زیبا کہیں آزاد بندے، ہے وہی زیبا

بھروسا کر نہیں سکتے غلاموں کی بصیرت پر
کہ دنیا میں فقط مردانِ حُر کی آنکھ ہے بینا

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

فرنگی شیشہ گر کے فن سے پتھر ہو گئے پانی
مری اکسیر نے شیشے کو بخشی سختیِ خارا

رہے ہیں اور ہیں فرعون میری گھات میں اب تک
مگر کیا غم کہ میری آستیں میں ہے یدِ بیضا!

ذوقِ حُسن وزیبائی......مراد قدرت کے حُسن سے لطف اندوز ہونے اور معرفت حاصل کرنے کا شوق اور جستجو
مردانِ حُر......آزاد انسان
بینا......بصیرت والی
صاحبِ امروز......زمانہ حال کے تقاضوں پر پورا اترنے والا انسان۔
گوہرِ فردا......مراد آنے والے دور کے تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت۔
فرنگی شیشہ گر......مراد یورپ جس نے کئی جدید سائنسی ایجادات کیں اور سائنسی آلات بنائے۔
پتھر پانی ہو جانا......سخت شے کا نرم ہونا، مراد طاقتور قوموں کا مغلوب ہو جانا۔
اکسیر......مراد جذبہ بیدار کرنے والی شاعری
سختیِ خارا......پتھر جیسی سختی، ہمت، جوش و ولولہ
یدِ بیضا......روشن ہاتھ، حضرت موسیٰ کا معجزہ، جب وہ جیب سے ہاتھ باہر نکالتے تو وہ روشن ہوتا

، چنگاری خس و خاشاک سے کس طرح دب جائے
ئسے حق نے کیا ہو نیستاں کے واسطے پیدا

ـبت خویشتن بینی، محبت خویشتن داری
ـحبت آستان قیصر و کسریٰ سے بے پروا

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں
"کہ برفتراکِ صاحب دولتے بستم سر خودرا"

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول، وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

سنائی کے ادب سے میں نے غواصی نہ کی ورنہ
ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا

نیستاں...... بانسوں کا جنگل، مراد باطل اور کفر کی طاقتیں
خویشتن بینی ...... اپنی ذات کی معرفت، اپنی پوشیدہ قوتوں سے آگاہی حاصل کرنا۔
نخچیر......شکار
دانائے سُبلؐ...... صراط مستقیم سے آگاہ ذات، یعنی حضورؐ اکرم
ختم الرُسلؐ...... آخری رسول، حضور اکرمؐ
مولائے کُل...... تمام کائنات کے آقا
وادیِ سینا...... وہ وادی جہاں حضرت موسیٰؑ کو خدا کا جلوہ نظر آیا، مراد حضورؐ نے دلوں کو عشق الٰہی سے منور فرمادا۔
وہی اول...... حضور اکرمؐ ہی پہلے ہیں۔
وہی آخر...... حضور اکرمؐ ہی آخر ہیں۔
فرقان...... حق اور باطل میں فرق واضح کرنے والا۔
طٰہٰ...... مراد حضور اکرمؐ کی ذات گرامی قرآن مجید کا عملی نمونہ
سنائی...... فارسی کے مشہور صوفی شاعر (وفات ۱۱۳۱ء)
لُولوئے لالا...... چمکدار موتی، مراد اللہ کی وحدانیت مضامین والے اشعار۔

☆

یہ کون غزل خواں ہے پرسوز و نشاط انگیز
اندیشۂ دانا کو کرتا ہے جنوں آمیز

گو فقر بھی رکھتا ہے انداز ملوکانہ
ناپختہ ہے پرویزی بے سلطنتِ پرویز

اب حجرۂ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی
خون دل شیراں ہو جس فقر کی دستاویز

اے حلقۂ درویشاں! وہ مرد خدا کیسا
ہو جس کے گریباں میں ہنگامہ رستاخیز!

غزل خواں......غزل گانے والے۔
پرسوز......پُر درد
نشاط انگیز......خوشی و مسرت بڑھانے والا
اندیشۂ دانا...... عقل والے کی سوچ اور فکر، اندازہ
جنوں آمیز......دیوانگی یعنی عشق کا جذبہ پیدا کرنے والا۔
اندازِ ملوکانہ...... بادشاہوں کا طور طریقہ
ناپُختہ......کچا، خام، نامکمل، جو پوری طرح تیار نہ ہو۔
پرویزی...... پرویز کو ماننے والا، مراد رعایا۔
حُجرۂ صوفی......صوفی کی کوٹھڑی، مراد خود صوفی
حلقہ درویشاں...... درویشوں کا گروہ، ٹولہ
مردِ خدا......اللہ کا بندہ
رَستاخیز......قیامت

جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز!

کرتی ہے ملوکیّت آثار جنوں پیدا
اللہ کے نشتر ہیں تیمور ہو یا چنگیز!

یوں داد سخن مجھ کو دیتے ہیں عراق و پارس
یہ کافر ہندی ہے بے تیغ و سناں خوں ریز!

مُلوکیت...... بادشاہت
آثارِ جنوں...... دیوانگی کی نشانیاں، مراد ظلم وستم، وحشت
تیمور...... مشہور بادشاہ
چنگیز...... مشہور منگول فاتح۔

عراق و پارس...... مراد اسلامی مُلک
کافر ہندی...... ہند کا رہنے والا مراد اقبالؔ
بے تیغ سناں...... تلوار اور نیزے کے بغیر
خون ریز...... خون گرانے والا، مراد سچے جذبوں والی شاعری

☆

وہ حرف راز کہ مجھ کو سکھا گیا ہے جنوں
خدا مجھے نفسِ جبرئیل دے تو کہوں

ستارہ کیا مری تقدیر کی خبر دے گا
وہ خود فراخیِ افلاک میں ہے خوار و زبوں

حیات کیا ہے؟ خیال و نظر کی مجذوبی!
خودی کی موت ہے اندیشہ ہائے گوناں گوں

عجب مزا ہے، مجھے لذت خودی دے کر
وہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں
ضمیر پاک و نگاہ بلند و مستی شوق

فراخیِ افلاک...... آسمانوں کی وسعت
زبوں...... عاجز، ناتواں
مجذوبی...... عشق الٰہی میں بے خبر ہو جانے کی کیفیت۔
اندیشہ ہائے گوناگوں...... مُختلف قسم کے وسوسے اور خوف

لذتِ خودی...... اپنی ذات اور اپنی چھپی ہوئی قوتوں سے آگاہ ہونے کا سرور و کیف
اپنے آپ میں نہ رہنا...... مراد عشق حقیقی میں اتنا محو ہو جانا ک[ہ] اپنی ذات کی خبر تک نہ رہے۔

نہ مال و دولت قاروں، نہ فکر افلاطوں
سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفٰی سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

یہ کائنات ابھی ناتمام ہے شاید
کہ آ رہی ہے دمادم صدائے ''کن فیکوں''

علاج آتش رومی کے سوز میں ہے ترا
تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں

اُسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن
اُسی کے فیض سے میرے سبُو میں ہے جیحوں

مستیِ شوق...... عشق کے جذبوں سے سرشار
دولتِ قارون ...... قارون کی دولت (قارون، حضرت موسٰی کے زمانے کا ایک بیحد دولتمند شخص جس کے خزانوں کی چابیاں چالیس خچروں پر لدی ہوئی تھیں۔)
فکرِ افلاطوں...... مشہور یونانی فلسفی افلاطون کا فلسفہ و حکمت
عالمِ بشریت ...... انسانوں کی دنیا، (حضور اکرمؐ کے واقعۂ معراج کے حوالے سے یہ کہا جبکہ حضور اکرمؐ کیلئے عالم قدس کی طرف گئے۔)
آتش رومی...... مراد مولانا روم نے اپنی شاعری (مثنوی) سے دلوں میں عشق حقیقی کی آگ بھڑکائی
جیحوں ...... بلخ کے قریب ایک دریا، مراد جذبوں، علم اور معرفت کا دریا

☆

عالم آب و خاک و باد! سرِ عیاں ہے تو کہ میں؟
وہ جو نظر سے ہے نہاں، اس کا جہاں ہے تو کہ میں؟

وہ شبِ درد و سوز و غم کہتے ہیں زندگی جسے
اس کی سحر ہے تو کہ میں؟ اس کی اذاں ہے تو کہ میں؟

کس کی نمود کے لیے شام و سحر ہیں گرم سیر
شانۂ روزگار پر بار گراں ہے تو کہ میں؟

تو کفِ خاک و بے بصر، میں کفِ خاک و خودنگر!
کشتِ وجود کے لیے آب رواں ہے تو کہ میں؟

عالمِ آب و خاک و باد...... (عناصر پانی، آگ، خاک اور ہوا کی دنیا) مراد یہ دنیا
سرِّ عیاں...... وہ راز جو ظاہر ہو۔
نمود...... ظاہر ہونا
گرم سیر...... چلنے میں معروف، بغیر رُکے چلنا
روزگار...... زمانہ
بارِ گراں...... وہ بوجھ جسے بہ امرِ مجبوری اُٹھایا جا
کفِ خاک...... انسان
بے بصر...... بینائی سے محروم
خودنگر...... اپنی ذات کو پہچاننے والا
کشتِ وجود...... کائنات
آبِ رواں ...... بہتا پانی جو فصل کی زرخیزی کا باعث ہوتا ہے۔

☆

(لندن میں لکھے گئے)

تو ابھی رہ گزر میں ہے قیدِ مقام سے گزر
مصر و حجاز سے گزر، پارس و شام سے گزر

جس کا عمل ہے بے غرض اس کی جزا کچھ اور ہے
حور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر

گرچہ ہے دلکشا بہت حسنِ فرنگ کی بہار
طائرک بلند بال دانہ و دام سے گزر

کوہ شگاف تیری ضرب، تجھ سے کشادِ شرق و غرب
تیغِ ہلال کی طرح عیش نیام سے گزر

تیرا امام بے حضور، تیری نماز بے سرور
ایسی نماز سے گزر، ایسے امام سے گزر

قیدِ مقام...... کسی جگہ ٹھہرنے کی پابندی
حور و خیام...... حوریں اور خیمے، مراد جنت کی آسائشیں
بادہ و جام...... شراب اور جام، مراد جنت کی شراب طہور۔
دل کشا...... دل کو بھانے والا
حسن فرنگ...... یورپ کی تہذیب کی چکاچوند،
طائرِک بلند بال...... بلندی میں اڑنے والا پرندہ، مراد مردِ مومن
دانہ ودام...... دانہ اور جال، مراد ظاہری چکاچوند جسے دیکھ کر انسان خود پر قابو نہیں پا سکتا۔
کوہ شگاف...... پہاڑ کو پھاڑنے والی، پہاڑوں کا سینہ چیرنے والی۔
کشادِ شرق و غرب...... کائنات کی تسخیر
تیغ ہلال...... تلوار کی شکل کا پہلے دن کا چاند۔
عیش نیام...... غلاف کا عیش، مراد جدو جہد اور عمل سے خالی زندگی
بے حضور...... بغیر حاضری کے یعنی دلی توجہ سے خالی
بے سرور...... بے مزا

☆

امین راز ہے مردان حر کی درویشی
کہ جبرئیلؑ سے ہے اس کو نسبتِ خویشی

کسے خبر کہ سفینے ڈبو چکی کتنے؟
فقیہہ و صوفی و شاعر کی ناخوش اندیشی

نگاہ گرم کہ شیروں کے جس سے ہوش اڑ جائیں
نہ آہ سرد کہ ہے گو سفندی و میشی

طبیب عشق نے دیکھا مجھے تو فرمایا
ترا مرض ہے فقط آرزو کی بے نیشی

وہ شے کچھ اور ہے کہتے ہیں جانِ پاک جسے
یہ رنگ و نم، یہ لہو آب و ناں کی ہے بیشی

امین راز...... عشق کے بھید کی امانت رکھنے والی
مُردانِ حُر...... آزاد لوگ، مردان مومن
درویشی...... دنیا سے بے نیازی کی حالت
نسبت خویشی...... اپنایت کا تعلق
سفینے...... جمع سفینہ، کشتیاں
ناخوش اندیشی...... اچھی بات نہ سوچنے یا بُری بات سوچنے کا انداز
نگاہِ گرم...... مراد رعب و دبدبہ والی نگاہ
آہِ سرد...... ٹھنڈی آہ جو مایوسی کی علامت ہے
فقیہ...... شرعی احکام سے آگاہ اور انکے مطابق فیصلہ کرنے والا
گوسفندی...... کمزوری، ڈرپوک ہونا
میشی ...... بھیڑ کا سا انداز، بزدلی، ڈرپوک ہونا
آرزو کی بے نیشی ...... ایسی آرزو جس میں عشق کی چبھن نہ ہو
جان پاک...... پاکیزہ روح، آلودگی سے پاک روح
رنگ و نم...... ظاہری چمک دمک جو انسان کے چہرہ پر ہوتی ہے
آب و نان کی بیشی ...... یعنی اناج، غذا خوری کی کثرت، زیادتی

☆

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغِ چمن

پھول ہیں صحرا میں یا پریاں قطار اندر قطار
اودے اودے نیلے نیلے پیلے پیلے پیرہن

برگِ گل پر رکھ گئی شبنم کا موتی بادِ صبح
اور چمکاتی ہے اس موتی کو سورج کی کرن

حسن بے پروا کو اپنی بے نقابی کے لیے
ہوں اگر شہروں سے بن پیارے تو شہر اچھے کہ بن؟

کوہ ودمن...... پہاڑ اور وادی
کسانا......شوق دلانا
ودے اُودے......سرخی مائل سیاہ رنگ کے
رگِ گل...... پھول کی پتی

باد......ہوا
بَن......جنگل

پنے من میں ڈوب کر پا جا سراغِ زندگی
ؤ اگر میرا نہیں بنتا نہ بن، اپنا تو بن

ن کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
ن کی دنیا؟ تن کی دنیا سود و سودا، فکر و فن

ن کی دولت ہاتھ آتی ہے تو پھر جاتی نہیں
ن کی دولت چھاؤں ہے! آتا ہے دھن، جاتا ہے دھن

ن کی دنیا میں نہ پایا میں نے افرنگی کا راج
ن کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

......اپنی ذات
غ......پتا،نشان
ومستی......عشق کی گرمی
ب وشوق......بیخودی کی حالت اور اشتیاق
......جسم،مراد مادہ،وجود
وفن......ہیرا پھیری،دھوکا فریب

دھن......دولت
افرنگی......انگریز
شیخ و برہمن......مسلمان اور ہندو،مذہبی رہنما
پانی پانی کرنا......شرمندہ کرنا
غیر......مراد غیر اللہ

☆

(کابل میں لکھے گئے)

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا
مروت حسنِ عالمگیر ہے مردان غازی کا

شکایت ہے مجھے یارب! خداوندان مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا

بہت مدت سے نخچیروں کا انداز نگہ بدلا
کہ میں نے فاش کرڈالا طریقہ شاہبازی کا

سلیقہ...... ڈھنگ، طریقہ
دل نوازی...... دل موہ لینے کا انداز، حسن سلوک
مُروت...... لحاظ، خیال
خداوندان مکتب...... مراد تعلیمی اداروں کے سربراہ، تعلیمی ادارے چلانے والے
شاہیں بچے...... مراد دلیر قوم کے بچے، مسلمان طلبا

خاکبازی...... مٹی کا کھیل، مراد حوصلہ پست کرنے والی باتیں
اَندازِ نگاہ...... دیکھنے، سوچنے اور چوکنا رکھنے والی نظر
فاش کرڈالا...... ظاہر کر دیا
شاہبازی...... مراد دلیری، بے خوفی

قلندر جز دو حرف "لا الہٰ" کچھ بھی نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

حدیث بادہ و مینا و جام آتی نہیں مجھ کو
نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا

کہاں سے تو نے اے اقبالؔ سیکھی ہے یہ درویشی
کہ چرچا پادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا

ہائے حجازی...... مراد عربی کے موٹے موٹے
یا عبارتیں
یث...... مراد بات

خارا شگاف...... پتھروں کو پھاڑنے والا، سخت
جد و جہد کرنے والا

☆

عشق سے پیدا نوائے زندگی میں زیر و بم
عشق سے مٹی کی تصویروں میں سوز دم بہ دم

آدمی کے ریشے ریشے میں سما جاتا ہے عشق
شاخ گل میں جس طرح باد سحر گاہی کا نم

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج ملوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

دل کی آزادی شہنشاہی، شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم؟

اے مسلماں! اپنے دل سے پوچھ ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم؟

نوائے زندگی......زندگی کا نغمہ،مراد زندگی
زیر و بم......نیچے اور اونچے سُر، انقلاب
مٹی کی تصویر......مراد انسان
دم بہ دم......ہر پل
ریشہ ریشہ......رُواں رُواں، رگ رگ
بادِ سحر گاہی......صبح کی ہوا، بادِ نسیم

محتاجِ ملوک......بادشاہوں کا دست نگر، بادشاہوں کے پاس اپنی حاجتیں لے جانے والا
دارا و جم......قدیم ایران کے دو عظیم بادشاہ، مراد بڑے بڑے حکمران
حَرم......مکہ، مراد ملت اسلامیہ

☆

دل سوز سے خالی ہے، نگہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے

ہے ذوق تجلی بھی اسی خاک میں پنہاں
غافل! تو نرا صاحب ادراک نہیں ہے

وہ آنکھ کہ ہے سرمۂ افرنگ سے روشن
پُرکار و سخن ساز ہے نم ناک نہیں ہے!

کیا صوفی و ملا کو خبر میرے جنوں کی
ان کا سر دامن بھی ابھی چاک نہیں ہے

نگہ پاک ہونا......دنیاوی آلودگیوں سے نگاہیں پاک رہنا
وق تجلی...... جلوۂ خداوندی
ہاں......چھپا ہوا
ا......صرف، محض
احب ادراک......عقل و دانش والا
رمۂ افرنگ......مراد یورپی تہذیب

پُرکار......بہت کام کرنے والا اور چالاک
سخن ساز......باتیں بنانے والا، باتونی
نم ناک......گیلی، مراد جذبۂ عشق سے سرشار
سر دامن چاک ہونا......عشق حقیقی میں ڈوب جانے کی کیفیت

کب تک رہے محکومیِ انجم میں مری خاک
یا میں نہیں، یا گردشِ افلاک نہیں ہے

بجلی ہوں نظر کوہ و بیاباں پہ ہے میری
میرے لیے شایاں خس و خاشاک نہیں ہے

عالم ہے فقط مومنِ جانباز کی میراث
مومن نہیں جو صاحبِ لولاک نہیں ہے!

محکومیِ انجم......تقدیر کی غلامی
گردشِ افلاک......تقدیر کا چکر، تقدیر کی گردش
خس وخاشاک......کوڑا کرکٹ، مراد مادی دنیا
مومنِ جانباز......خدا کی راہ میں جہاد کرنے والا مومن، جان لٹا دینے کے لئے تیار۔
میراث......ترکہ، بزرگوں کی چھوڑی ہوئی جائداد، ورثہ
صاحبِ "لولاک"...... جن کے لئے کائنات کو بنایا گیا مراد حضور اکرمؐ

☆

ہزار خوف ہو، لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں؟
فقط یہ بات، کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق!

علاجِ ضعفِ یقیں ان سے ہو نہیں سکتا
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق

مریدِ سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق

پیرِ مُغاں......آتش پرستوں کا روحانی پیشوا۔ یہاں مراد ہے شراب خانہ چلانے والا۔
مردِ خلیق......اچھے اخلاق والا آدمی
ضعفِ یقین......یقین کی کمزوری
رازی......مشہور فلسفی فخرالدین رازی (وفات ۱۲۱۰ء)
نکتہ ہائے دقیق...... گہری فلسفیانہ باتیں، مشکل اور پیچیدہ مسئلے
مُریدِ سادہ...... بھولا بھالا مُرید

اسی طلسمِ کہن میں اسیر ہے آدم
بغل میں اس کی ہیں اب تک بتانِ عہدِ عتیق

مرے لیے تو ہے اقرار باللساں بھی بہت
ہزار شکر کہ ملا ہیں صاحبِ تصدیق

اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مردِ مسلماں بھی کافر و زندیق

طلسمِ کہن...... پرانا جادو
بُتانِ عہدِ عتیق...... قدیم زمانے کے بُت، مراد رنگ اور نسل یا قبیلہ برادری کا امتیاز رکھنا، تعصب
اِقرار باللسان...... کسی بات کا زبان سے اقرار کرنا۔
صاحبِ تصدیق...... سچا قرار دینے والا
زندیق...... ظاہر میں خدا پر ایمان باطن میں اس کا انکار کرنے والا، بے دین، منافق

☆

پوچھ اس سے کہ مقبول ہے فطرت کی گواہی
تو صاحبِ منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی

کافر ہے مسلماں تو نہ شاہی نہ فقیری
مومن ہے تو کرتا ہے فقیری میں بھی شاہی

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسا
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

کافر ہے تو ہے تابعِ تقدیر مسلماں
مومن ہے تو وہ آپ ہے تقدیرِ الٰہی

میں نے تو کیا پردۂ اسرار کو بھی چاک
دیرینہ ہے تیرا مرضِ کور نگاہی

شمشیر...... تلوار، مراد مادی ذریعے اور اسباب
بے تیغ...... تلوار کے بغیر، مراد جذبۂ جہاد کے ساتھ
تابعِ تقدیر...... تقدیر کے ماتحت، مراد جدوجہد کی بجائے تقدیر کا سہارا لینے والا
تقدیرِ الٰہی...... خدا کی تقدیر یعنی خدا کا حکم
پردۂ اسرار چاک کرنا...... فطرت کے راز کھول دینا، بھید ظاہر کرنا
دیرینہ...... پرانا
کور نگاہی...... اندھاپن، بے بصیرت، مراد بصیرت سے عاری ہونا

☆

(قرطبہ میں لکھے گئے)

یہ حوریانِ فرنگی، دل و نظر کا حجاب
بہشتِ مغربیاں جلوہ ہائے پا بہ رکاب!

دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
مہ و ستارہ ہیں بحرِ وجود میں گرداب

جہانِ صوت و صدا میں سما نہیں سکتی
لطیفۂ ازلی ہے فغانِ چنگ و رباب

قرطبہ..... سپین کا ایک مشہور شہر۔
حوریانِ فرنگی...... انگریز، خوبصورت عورتیں
دل ونظر کا حجاب...... یعنی ان کا حسن اتنا دل کش ہے کہ اور کوئی حسین چیز دل ونظر کو نہیں بھاتی
جلوہ ہائے پا بہ رکاب..... مراد مختصر دور کا حسن ودل کشی
سفینہ..... کشتی

گرداب..... بھنور، چکر
جہانِ صَوت وصدا...... آواز اور شور کا جہاں، مراد ہنگاموں سے بھرپور دنیا۔
لطیفۂ ازلی..... قدرت کی عطا کردہ ایک دلکش وروح پرور شے
چنگ ورباب ...... ستار اور باجا، موسیقی، مراد مختلف آلاتِ موسیقی۔

سکھا دیے ہیں اسے شیوہ ہائے خانقہی
فقیہِ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب

وہ سجدۂ روحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اُسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب!

سنی نہ مصر و فلسطیں میں وہ اذاں میں نے
دیا تھا جس نے پہاڑوں کو رعشۂ سیماب

ہوائے قرطبہ شاید یہ ہے اثر تیرا
مری نوا میں ہے سوز و سُرورِ عہدِ شباب

شیوہ ہائے خانقہی ...... خانقاہ کے طور طریقے، گوشہ نشینی، بے عملی کی زندگی
فقیہ شہر...... شہر کا دینی پیشوا
روح زمین کا کانپنا..... کائنات کا تھرتھرانا

منبر ومحراب..... مراد مسجدیں، سجدہ گاہیں
رعشۂ سیماب...... پارے کی طرح ہلتے رہنا، کانپتے رہنا
سوز وسُرور...... تپش اور نشہ، مسرت، غم اور خوشی

☆

دل بیدار فاروقی، دل بیدار کراری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

دل بیدار پیدا کر کہ دل خوابیدہ ہے جب تک
نہ تیری ضرب ہے کاری، نہ میری ضرب ہے کاری

مشامِ تیز سے ملتا ہے صحرا میں نشاں اس کا
ظن و تخمیں سے ہاتھ آتا نہیں آہوئے تاتاری

اس اندیشے سے ضبط آہ میں کرتا رہوں کب تک
کہ مغ زادے نہ لے جائیں تری قسمت کی چنگاری

دل بیدار...... جذبہ عشق حقیقی سے سرشار اور زندہ دل
فاروقی...... حضرت عمرؓ جیسی خوبیاں۔
کراریؓ...... حضرت علیؓ جیسی خوبیاں، دلیری
مِس آدم...... انسان کا تانبا، مراد انسان
کیمیا...... اکسیر جس سے تانبے کو سونے میں بدلتے ہیں

دلِ خوابیدہ...... سویا ہوا یعنی جذبوں سے خالی دل
مَشامِ تیز...... سونگھنے کی تیز حس
ظن وتخمین...... تحقیق کے بغیر اندازے، اٹکل پچو
ضبطِ آہ کرنا...... آہ دبائے رکھنا، فریاد نہ کرنا، تکلیف سہہ جانا
مُغ زادے...... جمع مُغ زادہ، آتش پرست، مراد کافر لوگ

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری!

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے، باطن میں گرفتاری

تو اے مولائے یثربؐ آپ میری چارہ سازی کر
مری دانش ہے افرنگی، مرا ایماں ہے زناری

عیّاری...... مکاری، دغا، فریب، چالاکی
باطن میں گرفتاری...... یعنی جسم تو آزاد ہیں لیکن اندر سے غلام

چارہ سازی کرنا...... علاج کرنا، تکلیف دور کرنے کی تدبیر کرنا
زُنّاری...... مراد کافروں کے سے طور طریقے والا، کافروں جیسا

☆

خودی کی شوخی و تندی میں کبر و ناز نہیں
جو ناز ہو بھی، تو بے لذت نیاز نہیں

نگاہِ عشق دل زندہ کی تلاش میں ہے
شکار مردہ سزاوار شاہباز نہیں

مری نوا میں نہیں ہے ادائے محبوبی
کہ بانگ صور سرافیل دل نواز نہیں

سوالِ مے نہ کروں ساقی فرنگ سے میں
کہ یہ طریقۂ رندان پاک باز نہیں

شوخی وتندی......شدت، تیزی، فخر، تکبر
بےلذتِ نیاز......عاجزی کی لذت کے بغیر
سزاوار......لائق
ادائے محبوبی......انداز ناز وادا
بانگ......آواز

دل نواز......دل لبھانے والی
ساقی فرنگ......یورپ کا شراب پلانے والا
رندان پاک باز......عشق الٰہی کا نشہ کرنے والے، شراب عشق پینے والے پاک فطرت لوگ۔

ہوئی نہ عام جہاں میں کبھی حکومت عشق
سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں

اک اضطرابِ مسلسل غیاب ہو کہ حضور!
میں خود کہوں تو مری داستاں دراز نہیں

اگر ہو ذوق تو خلوت میں پڑھ ''زبورِ عجم''
فغان نیم شبی بے نوائے راز نہیں

زمانہ ساز......زمانے کے ساتھ ساتھ چلنا خواہ زمانہ صحیح ہو یا غلط
اضطراب مسلسل......لگاتار بے قراری
غیاب......مراد فراق، ہجر، دوری
حضور......مراد وصل، سامنے ہونا
دراز......لمبی

خلوت......تنہائی
فغان نیم شبی......آدھی رات کے وقت اللہ کے حضور گڑگڑانے کا عمل، اور درد دل بیان کرنے کا عمل۔
بےنوائے راز......سچے عشق کے رازوں کے بغیر

☆

میر سپاہ ناسزا' لشکریاں شکستہ صف
آہ! وہ تیر نیم کش' جس کا نہ ہو کوئی ہدف

تیرے محیط میں کہیں گوہر زندگی نہیں
ڈھونڈ چکا میں موج موج' دیکھ چکا صدف صدف

عشق بتاں سے ہاتھ اٹھا' اپنی خودی میں ڈوب جا
نقش و نگار دیر میں خون جگر نہ کر تلف

میر سپاہ ...... سپہ سالار، مراد قوم کے رہنما
ناسزا ...... نااہل
شکستہ صف ...... بکھرے ہوئے، غیر متحد، غیر منظم
تیر نیم کش ...... جو تیر پوری طرح کمان میں نہ کھینچا گیا ہو مراد ہدف تک نہ پہنچنے والا۔
ہَدَف ...... نشانہ
تیرے محیط ...... تیرے سمندر، مراد مسلمان جس ماحول میں زندگی گزار رہے ہیں۔
گوہر زندگی ...... زندگی کی مراد یعنی جذبوں اور جہد و عمل سے آراستہ زندگی۔
موج ...... لہر
صدَف ...... سیپی
عشق بُتاں ...... مادی خواہشوں میں غرق رہنا
ہاتھ اٹھانا ...... باز آجانا، چھوڑ دینا، ترک کر دینا۔

کھول کے کیا بیاں کروں سر مقامِ مرگ و عشق
عشق ہے مرگ باشرف' مرگِ حیات بے شرف

صحبت پیر روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش
لاکھ حکیم سر بجیب' ایک کلیم سر بکف!

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگ ''لاتخف''

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ
سرمہ ہے میری آنکھ کا خاک مدینہ و نجف

قام مرگ و عشق ...... موت اور عشق کا مرتبہ
رگ باشرف ...... عظمت والی موت
یاتِ بے شرف ...... بے وقار اور بے عظمت
حبتِ پیر روم ...... مراد مولانا روم سے عقیدت اور ان کے کلام امطالعہ۔
از فاش ہونا ...... بھید کھل جانا
ر بجیب ...... گریبان میں سر جھکائے، فلسفیانہ سوچوں میں گم
ر بکف ...... راہِ خدا میں ہر وقت جان کی بازی لگانے والا
عرکہ آزما ...... کفر و باطل کی قوتوں سے ٹکرانے والا
درختِ طور ...... جس پر موسیٰ کو خدا کا دیدار ہوا، طورِ سینا
بانگ ''لاتخف'' ...... مت ڈر کی آواز، حضرت موسیٰ جب فرعون کے دربار میں جادوگروں کے جادو سے ڈر گئے تو خدا کی طرف سے انہیں آواز آئی ''مت ڈر'' چنانچہ انہوں نے اپنا عصا پھینکا اور سب جادو مٹ گئے
خیرہ کرنا ...... حیران کرنا، آنکھیں چکا چوند ہونا۔
جلوۂ دانش فرنگ ...... مغربی/یورپی علم و دانش کی روشنی
خاک مدینہ و نجف ...... مدینہ اور نجف کی مٹی۔

☆

(یورپ میں لکھے گئے)

زمستانی ہوا میں گرچہ تھی شمشیر کی تیزی
نہ چھوٹے مجھ سے لندن میں بھی آدابِ سحر خیزی

کہیں سرمایۂ محفل تھی میری گرم گفتاری
کہیں سب کو پریشاں کر گئی میری کم آمیزی!

زمامِ کار اگر مزدور کے ہاتھوں میں ہو پھر کیا!
طریقِ کوہکن میں بھی وہی حیلے ہیں پرویزی

زمستانی......موسم سرما کی، ٹھنڈی
آدابِ سحر خیزی...... صبح سویرے اُٹھ کر اللہ کی یاد میں مشغول ہونے کے طور طریقے
سرمایۂ محفل......محفل کی جان

کم آمیزی......کم ملنا جلنا، تنہا رہنا۔
زمامِ کار...... کام کرنے کے انتظامات، انتظامی اُمور
طریقِ کوہکن ...... پہاڑ کھودنے کا عمل
پرویزی......خسرو پرویز کا طریقہ

جلالِ پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

سوادِ رومۃُ الکبریٰ میں دلی یاد آتی ہے
وہی عبرت، وہی عظمت، وہی شانِ دلاویزی

پادشاہی......شاہی دبدبہ
ی تماشا......انتخابات کے نتیجے میں بننے والی حکومت کا
۔

چنگیزی......فاتح چنگیز کے ظالمانہ طور طریقے۔
سوادِ رُومۃ الکبریٰ...... قدیم زمانے کا ایک بڑا شہر روم۔ اٹلی کا دارالخلافہ

☆

یہ دیرِ کہن کیا ہے؟ انبارِ خس و خاشاک
مشکل ہے گزر اس میں بے نالہ آتش ناک

نخچیرِ محبت کا قصہ نہیں طولانی
لطفِ خلشِ پیکاں، آسودگی فتراک

کھویا گیا جو مطلبِ ہفتاد و دو ملت میں
سمجھے گا نہ تو جب تک بے رنگ نہ ہو ادراک

اک شرعِ مسلمانی، اک جذبِ مسلمانی
ہے جذبِ مسلمانی سرِ فلک الافلاک

دیرِ کہن...... پرانا مندر، مراد یہ دنیا
نالۂ آتشناک......آگ لگانے والی فریاد
طولانی......لمبا، طویل
لُطفِ خلشِ پیکان...... تیر کی چبھن کا مزہ، مراد عشق کی راہ میں آنے والی تکلیفیں، مشکلیں
آسودگیِ فتراک......شکار بند کی راحت، سکون، مراد مذکورہ تکلیفوں میں عاشق کے لیے راحت ہوتی ہے۔
ہفتاد و دو ملت......۷۲ فرقوں میں منقسم امت
اِدراک......عقل و شعور
شرعِ مسلمانی......شریعت و قانون محمدی
فَلک الافلاک......آسمانوں کا آسمان، عرشِ معلّٰی

اے رہرو فرزانہ! بے جذبِ مسلمانی
نے راہِ عمل پیدا، نے شاخِ یقیں نمناک

رمزیں ہیں محبت کی گستاخی و بے باکی
ہر شوق نہیں گستاخ، ہر جذب نہیں بے باک!

فارغ تو نہ بیٹھے گا محشر میں جنوں میرا
یا اپنا گریباں چاک، یا دامنِ یزداں چاک!

رہروِ فرزانہ...... عقلمند مسافر
راہِ عمل......عمل کا راستہ، جد و جہد کا طریقہ
شاخِ یقیں......یقین کی شاخ، مراد یقین
رمزیں......رمز، اشارے، طریقے
گریباں چاک ہونا......جنون، پھٹے ہوئے گریبان والا۔
دامنِ یزداں......اللہ کا دامن

☆

کمال ترک نہیں آب و گِل سے مہجوری
کمال ترک ہے تسخیر خاکی و نوری!

میں ایسے فقر سے اے اہل حلقہ باز آیا
تمہارا فقر ہے بے دولتی و رنجوری

نہ فقر کے لیے موزوں، نہ سلطنت کے لیے
وہ قوم جس نے گنوایا متاع تیموری

سنے نہ ساقیِ مہوش تو اور بھی اچھا
عیارِ گرمیِ صحبت ہے حرف معذوری

کمالِ ترک...... دنیا سے تعلق توڑنا
آب و گل...... پانی، مٹی
مَہجوری...... ہجرت کرنے والا
تَسخیر خاکی و نوری...... اِس دنیا اور آسمانی دنیا پر حکمرانی
اہل حلقہ...... صوفیوں کا وہ گروہ جو دائرے کی صورت میں بیٹھ کر ذکر کرتا ہے۔

رنجوری...... غم زدہ ہونے کی کیفیت
ساقیِ مہ وش...... چاند جیسا خوبصورت ساقی۔
عِیار...... کسوٹی
گرمیِ صحبت...... مل بیٹھنے کا جوش و جذبہ
حَرفِ معذوری...... مجبوری ظاہر کرنے والی بات

حکیم و عارف و صوفی تمام مست ظہور
کسے خبر کہ تجلی ہے عین مستوری

وہ ملتفت ہوں تو کنج قفس بھی آزادی
نہ ہوں تو صحن چمن بھی مقام مجبوری

برا نہ مان، ذرا آزما کے دیکھ اسے
فرنگِ دل کی خرابی، خرد کی معموری!

حکیم...... فلسفی
عارِف...... معرفت حاصل کرنے والا
مَستِ ظہور...... محبوبِ حقیقی کو دیکھنے کے خواہش مند
تجلّی...... جلوہ
عَین مَستوری...... پورے طور پر پردے میں ہونا، مکمل چھپا ہونا۔

مُلتفت ہونا...... متوجہ ہونا۔
کنج قفس...... پنجرے کا کونا
مَقامِ مجبوری...... وہ جگہ جہاں انسان کو مجبور ہونا پڑے۔
خِرد کی مَعموری...... عقل اور علوم سے مالا مال۔

☆

عقل گو آستاں سے دور نہیں
اس کی تقدیر میں حضور نہیں

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور، دل کا نور نہیں

علم میں بھی سرور ہے لیکن
یہ وہ جنت ہے جس میں حور نہیں

کیا غضب ہے کہ اس زمانے میں
ایک بھی صاحب سرور نہیں

اک جنوں ہے کہ باشعور بھی ہے
اک جنوں ہے کہ باشعور نہیں

گو......اگرچہ

دلِ بینا......دیکھنے والا دل، صاحب بصیرت۔

سُرور......نشہ، کیف، مستی

صاحبِ سُرور......عشق کے جذبوں سے سرشار انسان

جنوں......دیوانگی، مراد عشق

باشعور......دانائی اور لیاقت والا

ناصبوری ہے زندگی دل کی
آہ! وہ دل کہ ناصبور نہیں!

بے حضوری ہے تیری موت کا راز
زندہ ہو تُو تو بے حضور نہیں

ہر گہر نے صدف کو توڑ دیا
تُو ہی آمادۂ ظہور نہیں

"ارنی" میں بھی کہہ رہا ہوں، مگر
یہ حدیثِ کلیمؑ و طور نہیں

ناصبوری......بے صبری، دل کی بیقراری

گُہر......موتی

زندہ......جہد و عمل کرنے والا، عشق سے سرشار

صدف......سیپی

آمادۂ ظہور......پوشیدہ قوتوں اور صلاحیتوں کو ظاہر کرنے پر تیار

"اَرنی"......"مجھے اپنا جلوہ دکھا" حضرت موسیٰ نے طور پر خدا سے یہ درخواست کی تھی۔

حدیثِ کلیم و طور نہیں...... یعنی یہ بات حضرت موسیٰ کی درخواست اور طور تک محدود نہیں ہے۔

☆

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں
تو آبجو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں

طلسمِ گنبدِ گردوں کو توڑ سکتے ہیں
زُجاج کی یہ عمارت ہے سنگِ خارہ نہیں

خودی میں ڈوبتے ہیں پھر ابھر بھی آتے ہیں
مگر یہ حوصلۂ مردِ ہیچ کارہ نہیں

ترے مقام کو انجم شناس کیا جانے!
کہ خاکِ زندہ ہے تُو تابعِ ستارہ نہیں

آبجو......ندی
گنبدِ گردوں...... مراد آسمان
زُجاج......شیشہ
سنگِ خارا......سخت پتھر
مردِ ہیچ کارہ......بیکار آدمی
اَنجم شناس......ستاروں کا علم جاننے والا، نجومی

یہیں بہشت بھی ہے، حور و جبرئیل بھی ہے
تری نگہ میں ابھی شوخیِ نظارہ نہیں

مرے جنوں نے زمانے کو خوب پہچانا!
وہ پیرہن مجھے بخشا کہ پارہ پارہ نہیں

غضب ہے عینِ کرم میں بخیل ہے فطرت
کہ لعلِ ناب میں آتش تو ہے شرارہ نہیں

شوخیِ نظارہ......بصیرت
پارہ پارہ......الگ الگ منقسم
لعلِ ناب......سرخ رنگ کا قیمتی پتھر

☆

یہ پیام دے گئی ہے مجھے باد صبح گاہی
کہ خودی کے عارفوں کا ہے مقام پادشاہی

تری زندگی اسی سے، تری آبرو اسی سے
جو رہی خودی تو شاہی، نہ رہی تو روسیاہی

نہ دیا نشانِ منزل مجھے اے حکیم تو نے
مجھے کیا گلہ ہو تجھ سے، تو نہ رہ نشیں، نہ راہی!

مرے حلقۂ سخن میں ابھی زیرِ تربیت ہیں
وہ گدا کہ جانتے ہیں رہ و رسمِ کج کلاہی!

آبرو......مراد عزت
روسیاہی......رسوائی، ذلت
نشانِ منزل......منزل کا پتہ
رَہ نشین......راہ میں بیٹھنے والا
راہی......مُسافر

حلقۂ سخن......شاعری کا حلقۂ شاعری
زیرِ تربیت...... تربیت پانے والے
گدا...... بھیک مانگنے والا، فقیر مراد محکوم
رہ و رسمِ کج کلاہی...... حکمرانی کے طور طریقے

یہ معاملے ہیں نازک، جو تری رضا ہو، تو کر
کہ مجھے تو خوش نہ آیا یہ طریقِ خانقاہی

تو ہُما کا ہے شکاری، ابھی ابتدا ہے تیری
نہیں مصلحت سے خالی یہ جہانِ مرغ و ماہی

تو عرب ہو یا عجم ہو، ترا ''لا الٰہ الا''
لغتِ غریب، جب تک ترا دل نہ دے گواہی!

...افسانوی پرندہ جس کا سایہ کسی پر پڑ جائے تو وہ
...تا ہے

جہانِ مرغ و ماہی...... پرندوں اور مچھلیوں کی دنیا یعنی دنیا
لُغتِ غریب......غیر مانوس الفاظ

☆

تری نگاہ فرومایہ، ہاتھ ہے کوتاہ
ترا گنہ کہ نخیلِ بلند کا ہے گناہ

گلا تو گھونٹ دیا اہلِ مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا ''لا الہ الا اللہ''

خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل!
یہی ہے تیرے لیے اب صلاح کار کی راہ

حدیث دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

برہنہ سر ہے تو عزم بلند پیدا کر
یہاں فقط سر شاہیں کے واسطے ہے کلاہ

فرومایہ......گھٹیا
ہاتھ کوتاہ ہونا......کسی چیز تک رسائی نہ ہونا
نخیلِ بلند......کھجور کا اونچا درخت

حدیثِ دل......دل کی بات
درویشِ بے گلیم......گدڑی/کملی کے بغیر رہنے والا درویش

نہ ہے ستارے کی گردش، نہ بازیٔ افلاک
خودی کی موت ہے تیرا زوال نعمت و جاہ

اٹھائیں مدرسہ و خانقاہ سے غمناک
نہ زندگی، نہ محبت، نہ معرفت، نہ نگاہ!

کلاہ......ٹوپی، مراد حکومت/حکمرانی
ستارے کی گردش......مراد تقدیر کا چکر
بازی افلاک......آسمانوں کا کھیل، آسمانوں کی وہ گردش جس سے دنیا میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں۔

زوالِ نعمت و جاہ...... دولت اور عزت حکومت وغیرہ میں کمی آنا۔
معرفت......مراد خدا کی صحیح پہچان

☆

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

ہر اک مقام سے آگے مقام ہے تیرا
حیات ذوق سفر کے سوا کچھ اور نہیں

گراں بہا ہے تو حفظ خودی سے ہے ورنہ
گہر میں آب گہر کے سوا کچھ اور نہیں

رگوں میں گردش خوں ہے اگر تو کیا حاصل
حیات سوز جگر کے سوا کچھ اور نہیں

عروس لالہ! مناسب نہیں ہے مجھ سے حجاب
کہ میں نسیم سحر کے سوا کچھ اور نہیں

حیات......صحیح یا ابدی زندگی
گراں بہا......بہت زیادہ قیمتی

حفظِ خودی......خودی کو برقرار رکھنا، حفاظت کرنا۔
آبِ گہر...... موتی کی چمک

جسے کساد سمجھتے ہیں تاجران فرنگ
وہ شے متاع ہنر کے سوا کچھ اور نہیں

بڑا کریم ہے اقبالؔ بے نوا لیکن
عطائے شعلہ شرر کے سوا کچھ اور نہیں

عروس لالہ......گل لالہ
حجاب......پردہ
تاجران فرنگ...... یورپ کے تاجر، مراد انگریز حکمران

بے نوا......جس کے پاس کہنے کو کچھ نہ ہو۔
عطائے شعلہ......شعلے سے ملنے والا۔
شرر...... چنگاری۔

☆

نگاہ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے!
خراج کی جو گدا ہو، وہ قیصری کیا ہے!

بتوں سے تجھ کو امیدیں، خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے!

فلک نے ان کو عطا کی ہے خواجگی کہ جنہیں
خبر نہیں روشِ بندہ پروری کیا ہے

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے!

شانِ سکندری...... سلطنت کی شان
کیا ہے...... مراد کچھ نہیں
خراج...... لگان
خواجگی...... آقائی، مالک ہونا
روش...... طریقہ، راستہ
بندہ پروری...... انسانوں پر مہربانی اور نوازش کرنا
شوخی...... چلبلاپن

اسی خطا سے عتابِ ملوک ہے مجھ پر
کہ جانتا ہوں مآلِ سکندری کیا ہے

کسے نہیں ہے تمنائے سروری، لیکن
خودی کی موت ہو جس میں وہ سروری کیا ہے

خوش آگئی ہے جہاں کو قلندری میری
وگرنہ شعر مرا کیا ہے، شاعری کیا ہے!

عتابِ ملوک...... بادشاہوں کا ظلم
مآلِ سکندری...... مراد فانی دنیا کی عظیم بادشاہت، حکمرانی کا انجام
تمنائے سروری...... بلند ہونے کی خواہش
قلندری...... دنیا سے بے نیاز ہونے کا جذبہ

☆

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسماں کے لیے
جہاں ہے تیرے لیے، تو نہیں جہاں کے لیے

یہ عقل و دل ہیں شرر شعلۂ محبت کے
وہ خار و خس کے لیے ہے، یہ نیستاں کے لیے

مقامِ پرورش آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گل کے لیے ہے، نہ آشیاں کے لیے

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک؟
ترا سفینہ کہ ہے بحرِ بیکراں کے لیے!

نشان راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو
ترس گئے ہیں کسی مردِ راہ داں کے لیے

مقامِ پرورش آہ و نالہ...... وہ مقام جہاں آہ و نالہ پرورش پاتے ہیں۔
سیرِ گل...... باغ کی ایسی سیر جس سے انسان کوئی عرفان حاصل نہ کر سکے۔
بحرِ بیکراں ...... بہت وسیع سمندر، یہاں مراد ہے کہ اگر تو مسلماں ہے تو تُو جغرافیائی حدود کی قید میں نہیں

نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لیے

ذرا سی بات تھی، اندیشۂ عجم نے اسے
بڑھا دیا ہے فقط زیبِ داستاں کے لیے

مرے گلو میں ہے اک نغمہ جبرئیل آشوب
سنبھال کر جسے رکھا ہے لامکاں کے لیے

مردِ راہ داں...... راستہ جاننے والا، مراد حقیقی و عظیم رہنما، قائد
جاں پُرسوز...... عشق کی حرارت سے سرشار روح
رختِ سفر...... سفر کا سامان، مراد رہنمائی اور قیادت کا سرمایہ
اندیشۂ عجم...... ایرانی تصوف کا ڈر
زیبِ داستاں ...... کہانی کو خوبصورت بنانے کے لیے اسے طویل کرنا۔

☆

تو اے اسیر مکاں! لامکاں سے دور نہیں
وہ جلوہ گاہ ترے خاکداں سے دور نہیں

وہ مرغزار کہ بیم خزاں نہیں جس میں
غمیں نہ ہو کہ ترے آشیاں سے دور نہیں

یہ ہے خلاصۂ علم قلندری' کہ حیات
خدنگِ جستہ ہے لیکن کماں سے دور نہیں

فضا تری مہ و پرویں سے ہے ذرا آگے
قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دور نہیں

کہے نہ راہنما سے کہ چھوڑ دے مجھ کو
یہ بات راہروِ نکتہ داں سے دور نہیں

اسیر مکاں......اس دنیا تک محدود
لامکاں......عالم بالا، عالم قدس
مرغزار......سبزہ زار
بیم خزاں......موسم خزاں کا ڈر

غمیں......غمگین، غم زدہ
خدنگِ جستہ......کمان سے نکلا ہوا تیر
مہ و پرویں......چاند ستارے
راہروِ نکتہ داں......جو گہری باتیں سمجھتا ہو

☆

(یورپ میں لکھے گئے)

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ
سکھائی عشق نے مجھ کو حدیث رندانہ

نہ بادہ ہے' نہ صراحی' نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزم جانانہ

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرم راز درونِ میخانہ

کلی کو دیکھ' کہ ہے تشنۂ نسیم سحر
اسی میں ہے مرے دل کا تمام افسانہ

خرد......عقل و دانش
بادہ......شراب
دَورِ پیمانہ......جام کی گردش
بزمِ جانانہ......محبوب کی محفل، مراد یہ دنیا

نوائے پریشاں......بے ترتیب آواز
مَحرم......واقف، جاننے والا
تشنہ......پیاسی
نسیم سحر......صبح کی ہوا جس سے کلیاں کھلتی ہیں

کوئی بتائے مجھے یہ غیاب ہے کہ حضور
سب آشنا ہیں یہاں، ایک میں ہوں بیگانہ!

فرنگ میں کوئی دن اور بھی ٹھہر جاؤں
مرے جنوں کو سنبھالے اگر یہ ویرانہ

مقام عقل سے آساں گذر گیا اقبالؔ
مقام شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

مقام عقل......عقل کی منزل

مقام شوق......عشق کی منزل

☆

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر، اٹھتے ہیں حجاب آخر

احوال محبت میں کچھ فرق نہیں ایسا
سوز و تب و تاب اول، سوز و تب و تاب آخر!

میں تجھ کو بتاتا ہوں، تقدیر امم کیا ہے
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر

میخانۂ یورپ کے دستور نرالے ہیں
لاتے ہیں سرور اول، دیتے ہیں شراب آخر

احوال......جمع حال، مراد کیفیتیں

سوز......تپش جو عشق کا نتیجہ ہے

تب وتاب......بے چینی، بے قراری

تقدیرِ اُمم......قوموں کی تقدیر

طاؤس ورباب......باجا اور سارنگی، مراد عیش کی زندگی

میخانۂ یورپ......مراد یورپ، غیر مسلم دنیا

دیتے ہیں شراب آخر......اور پھر انہیں ان حیلوں میں الجھ
کر اپنا غلام بنا لیتے ہیں۔

کیا دبدبۂ نادرؔ کیا شوکتِ تیموری
ہو جاتے ہیں سب دفتر غرقِ مئے ناب آخر

خلوت کی گھڑی گزری، جلوت کی گھڑی آئی
چھٹنے کو ہے بجلی سے آغوشِ سحاب آخر

تھا ضبط بہت مشکل اس سیلِ معانی کا
کہہ ڈالے قلندر نے اسرارِ کتاب آخر

دبدبۂ نادر......فاتح دلی نادر شاہ کا رعب و دبدبہ۔
دفتر......کتاب
غرقِ مئے ناب......خالص شراب میں غرق، حالت نشہ میں

جلوت......محفل، بزم، ظاہر میں، سب میں
آغوشِ سحاب......بادل کی گود
سَیلِ معانی......نئے نئے مضامین کا طوفان، سیلاب

☆

ہر شے مسافر ہر چیز راہی
کیا چاند تارے کیا مرغ و ماہی

تُو مردِ میداں تُو میرِ لشکر
نوری حضوری تیرے سپاہی

کچھ قدر اپنی تو نے نہ جانی
یہ بے سوادی یہ کم نگاہی

دنیائے دوں کی کب تک غلامی
یا راہبی کر یا پادشاہی

پیرِ حرم کو دیکھا ہے میں نے
کردار بے سوز، گفتار واہی

مردِ میداں......میدان سے نہ بھاگنے والا۔
میرِ لشکر......لشکر کا سردار، کائنات پر حکم چلانے والا
نوری......مراد فرشتے، آسمانی مخلوق
حضوری......مراد اس کائنات کی مخلوق

قدر جاننا......اپنی اہمیت سے باخبر ہونا
دنیائے دوں......گھٹیا دنیا، یعنی یہ مادی دنیا
راہبی کر......دنیا سے بے تعلق ہو، گوشہ نشینی اختیار کر
گفتار واہی......اُلٹی سیدھی باتیں یعنی اصل مقصد سے ہ

☆

ہر چیز ہے محو خود نمائی
ہر ذرہ شہید کبریائی

بے ذوق نمود زندگی، موت
تعمیرِ خودی میں ہے خدائی

رائی زور خودی سے پربت
پربت ضعفِ خودی سے رائی

تارے آوارہ و کم آمیز
تقدیر وجود ہے جدائی

خودنمائی......خودکوظاہر کرنا
شیدِ کبریائی......مرادخودکوعظیم بنانے کے لئے سرشار
بےذوقِ نمود......خودکونمایاں کرنے کے ذوق وشوق کے بغیر
تعمیرخودی......اپنی ذات سے آگاہ ہونا
رائی......ایک چھوٹا سادانہ،مرادحقیری شے

زورِخودی......اپنی ذات سے آگاہ ہونے کی طاقت
پربت...... پہاڑ،مرادعظیم،باعظمت
ضعفِ خودی......خودی کی کمزوری/ناتوانی
تقدیرِ وجود......دنیا کانصیب

یہ پچھلے پہر کا زرد رو چاند
بے راز و نیاز آشنائی

تیری قندیل ہے ترا دل
تو آپ ہے اپنی روشنائی

اک تو ہے کہ حق ہے اس جہاں میں
باقی ہے نمود سیمیائی

ہیں عقدہ کشا یہ خارِ صحرا
کم کر گلۂ برہنہ پائی

زردرو چاند......ڈوبنے کے قریب، بے کیف چاند
بے راز ونیاز آشنائی......عشق کے جذبوں سے ناواقف
قندیل...... چراغ
نمودِ سیمیائی......ایسی اشیا، باتیں جوخیالی ہیں، کاظہور
عُقدہ کشا......مشکل حل کرنے والا

خارِ صحرا......صحرا کا کانٹا، مراد جدوجہد کے راستے میں آنے والی رکاوٹیں اور تکلیفیں
گلۂ برہنہ پائی...... ننگے پاؤں کی شکایت مراد سخت جدوجہد کرنے کی حالت کا شکوہ

☆

اعجاز ہے کسی کا یا گردش زمانہ!
ٹوٹا ہے ایشیا میں سحرِ فرنگیانہ

تعمیر آشیاں سے میں نے یہ راز پایا
اہل نوا کے حق میں بجلی ہے آشیانہ

یہ بندگی خدائی، وہ بندگی گدائی
یا بندہ خدا بن، یا بندہ زمانہ!

غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی
شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ

اعجاز......معجزہ، غیر معمولی کارنامہ
سحر ٹوٹنا......جادو کا اثر زائل ہونا۔
بندگی......خدا کی عبادت۔
بندۂ زمانہ......زمانے کا غلام
حرم......چار دیواری
آستانہ......دہلیز، چوکھٹ

اے لا الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتار دلبرانہ، کردار قاہرانہ

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے!
کھویا گیا ہے تیرا جذبِ قلندرانہ!

راز حرم سے شاید اقبالؔ باخبر ہے
ہیں اس کی گفتگو کے انداز محرمانہ!

گفتار دلبرانہ......دل جیت لینے والی باتیں، حُسنِ اخلاق
کردار قاہرانہ......باطل اور کفر کی قوتوں سے ٹکر لینے والا کردار

☆

خرد مندوں سے کیا پوچھوں کہ میری ابتدا کیا ہے
کہ میں اس فکر میں رہتا ہوں، میری انتہا کیا ہے!

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے

مقام گفتگو کیا ہے اگر میں کیمیا گر ہوں
یہی سوز نفس ہے اور میری کیمیا کیا ہے!

نظر آئیں مجھے تقدیر کی گہرائیاں اس میں
نہ پوچھ اے ہمنشیں مجھ سے وہ چشم سرمہ سا کیا ہے!

سوزِنفس ...... جذبۂ عشق کی حرارت
کیمیا ...... وہ دوا جس سے کسی دھات کو سونا بنا دیتے ہیں
ہم نشیں ...... ساتھ بیٹھنے والا
چشم سُرمہ سا ...... سُرمہ لگی آنکھ جس میں بہت کشش ہوتی ہے۔

اگر ہوتا وہ مجذوب فرنگی اس زمانے میں
تو اقبالؔ اس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے!

نوائے صبح گاہی نے جگر خوں کر دیا میرا
خدایا جس خطا کی یہ سزا ہے وہ خطا کیا ہے؟

وبِ فرنگی ...... مراد جرمنی کا مشہور مجذوب فلسفی
نطشہ (وفات ۲۶ اگست ۱۹۰۰ء) جو اپنے قلبی واردات
انداز نہ کر سکا جس کے سبب اس کے فلسفیانہ افکار نے
اسے غلط راہ پر ڈال دیا۔
جگر خوں کرنا ...... بے حد تکلیف سہنا۔

☆

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی

عطّار ہو، رومؔی ہو، رازؔی ہو، غزاؔلی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحرگاہی

نومید نہ ہو ان سے اے رہبر فرزانہ!
کم کوش تو ہیں لیکن بے ذوق نہیں راہی

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی!

عطار...... مشہور صوفی شاعر فرید الدین عطار (۱۱۱۹ء۔۱۲۳۰ء) مراد بڑے صوفی ہونا

رومی...... مشہور عظیم صوفی شاعر مولانا محمد جلال الدین رومی (وفات ۱۲۷۳ء)

رازی...... فخر الدین رازی (۱۱۵۰ء۔۱۲۱۰ء) عظیم فلسفی اور مذہبی مفکر

غزالی...... امام محمد بن ابو حامد غزالی (۱۰۹۰ء۔۱۱۱۱ء) عظیم فلسفی اور صوفی

کم کوش...... کم محنت کرنے والا، تاہل

بے ذوق...... جذبوں کے بغیر

طائرِ لاہوتی...... عالم بالا کا پرندہ

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللّٰہی

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

...... مشہور ایرانی بادشاہ

ر...... مشہور یونانی بادشاہ، دونوں سے مراد عظیم حکمران

ئے اَسد اللّٰہی...... خدا کے شیر ہونے کی خوشبو، حضرت علیؓ کی سی دلیری، مردِ مومن کی بے خوفی

اللہ کے شیر...... مراد دلیر لوگ، مومنین

☆

مجھے آہ و فغانِ نیم شب کا پھر پیام آیا
تھم اے رہرو کہ شاید پھر کوئی مشکل مقام آیا

ذرا تقدیر کی گہرائیوں میں ڈوب جا تو بھی
کہ اس جنگاہ سے میں بن کے تیغ بے نیام آیا

یہ مصرع لکھ دیا کس شوخ نے محرابِ مسجد پر
یہ ناداں گر گئے سجدوں میں جب وقت قیام آیا!

چل ، اے میری غریبی کا تماشا دیکھنے والے
وہ محفل اٹھ گئی جس دم، تو مجھ تک دور جام آیا!

جنگاہ......میدان جنگ
سجدوں میں گر جانا......مراد جدوجہد کے وقت آرام طلبی کرنا
وقت قیام......مراد جدوجہد کا موقع، مراد بے ترتیب طرز عمل
محفل اُٹھ جانا......محفل ختم ہونا

دیا اقبالؔ نے ہندی مسلمانوں کو سوز اپنا
یہ اک مردِ تن آساں تھا، تن آسانوں کے کام آیا

اسی اقبالؔ کی میں جستجو کرتا رہا برسوں
بڑی مدت کے بعد آخر وہ شاہیں زیر دام آیا

مردِ تن آساں...... آرام طلب/سست آدمی، تاہل
زیرِ دام آنا......جال میں پھنسنا، قابو آنا

☆

نہ ہو طغیان مشتاقی تو میں رہتا نہیں باقی
کہ میری زندگی کیا ہے؟ یہی طغیان مشتاقی

مجھے فطرت نوا پر پے بہ پے مجبور کرتی ہے
ابھی محفل میں ہے شاید کوئی درد آشنا باقی

وہ آتش آج بھی تیرا نشیمن پھونک سکتی ہے
طلب صادق نہ ہو تیری تو پھر کیا شکوۂ ساقی!

نہ کر افرنگ کا اندازہ اس کی تابناکی سے
کہ بجلی کے چراغوں سے ہے اس جوہر کی براقی

دلوں میں ولولے آفاق گیری کے نہیں اٹھتے
نگاہوں میں اگر پیدا نہ ہو انداز آفاقی

طغیانِ مشتاقی......مراد عاشقی کے جذبوں کا جوش
درد آشنا......مراد درد عشق کو چاہنے والا
پھونک دینا......جلا دینا
طلب صادق......سچی اور حقیقی خواہش

شکوۂ ساقی......شراب پلانے والے کی شکایت
تابناکی......چمک، ظاہری چمک دمک
جوہر......موتی، قیمتی پتھر

خزاں میں بھی کب آ سکتا تھا میں صیاد کی زد میں
مری غماز تھی شاخِ نشیمن کی کم ادراقی

الٹ جائیں گی تدبیریں، بدل جائیں گی تقدیریں
حقیقت ہے، نہیں میرے تخیل کی یہ خلاقی

بُراقی......چمک دمک، آسمانی بجلی والی چمک
ولولے اُٹھنا......جوش وجذبہ پیدا ہونا
آفاق گیری......کائنات کو تسخیر کرنے کا عمل، یا پوری دنیا کے دل فتح کرنا
غماز......چغلی کھانے والی، نشاندہی کرنے والی

شاخِ نشیمن......وہ شاخ جس پر گھونسلہ ہو۔
تدبیر الٹ جانا......کوشش ناکام ہو جانا
تخیل......خیال
خلاقی......تخلیق کی ہوئی

☆

فطرت کو خرد کے روبرو کر
تسخیر مقام رنگ و بو کر

تُو اپنی خودی کو کھو چکا ہے
کھوئی ہوئی شے کی جستجو کر

تاروں کی فضا ہے بیکرانہ
تو بھی یہ مقام آرزو کر

عریاں ہیں ترے چمن کی حوریں
چاکِ گل و لالہ کو رفو کر

بے ذوق نہیں اگرچہ فطرت
جو اس سے نہ ہو سکا، وہ تُو کر

خودی کھونا...... اپنی قوتوں سے ہاتھ دھو بیٹھنا۔
بیکرانہ...... جس کا کوئی کنارہ نہ ہو
چاکِ گل ولالہ...... مراد اپنی ملت یعنی مسلمانوں کے مختلف
زخم (مفلسی، غلامی، بیچارگی)
رفو کرنا...... سینا

☆

یہ پیرانِ کلیسا و حرم! اے وائے مجبوری!
صلہ ان کی کدو کاوش کا ہے سینوں کی بے نوری

یقیں پیدا کر اے ناداں! یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی، کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

کبھی حیرت، کبھی مستی، کبھی آہِ سحرگاہی
بدلتا ہے ہزاروں رنگ میرا دردِ مہجوری

حدِ ادراک سے باہر ہیں باتیں عشق و مستی کی
سمجھ میں اس قدر آیا کہ دل کی موت ہے دوری

پیرانِ کلیسا وحرم...... مسلم اور غیر مسلم مذہبی راہنما، ملا، پادری
وغیرہ
کدو کاوش...... کوشش اور محنت، جانفشانی
فُغفوری ...... مراد سلطانی دبدبہ (فغفور : قدیم چین کے
بادشاہوں کا لقب)
دردِ مہجوری...... دوری کا دُکھ، ہجرت کا غم
اِدراک...... فہم، شعور

وہ اپنے حسن کی مستی سے ہیں مجبورِ پیدائی
مری آنکھوں کی بینائی میں ہیں اسبابِ مستوری

کوئی۔ تقدیر کی منطق سمجھ سکتا نہیں ورنہ
نہ تھے ترکانِ عثمانی سے کم ترکانِ تیموری

فقیرانِ حرم کے ہاتھ اقبالؔ آگیا کیونکر
میسر میر و سلطاں کو نہیں شاہینِ کافوری

مجبورِ پیدائی...... خود کو ظاہر کرنے/سامنے لانے پر مجبور، اشارہ ہے حدیث قدسی (حدیث لولاک) کی طرف
اسبابِ مستوری...... چھپے رہنے کی وجوہات۔
منطق...... دلیل، فلسفہ
ترکانِ عثمانی...... اشارہ ہے ایشیائے کوچک کے حکمران عثمان بن طغرل اور اس کے جانشینوں کی طرف جو تیرھویں عیسوی سے کوئی پانچ صدی تک یورپ کے لیے خطرہ بنے رہے
ترکانِ تیموری...... مراد مغلیہ خاندان کے حکمران
فقیرانِ حرم...... مراد مسلمان قوم
شاہینِ کافوری...... سفید رنگ کا شاہین جو نایاب ہونے کے سبب بادشاہوں تک کو نہیں ملتا، یہاں مراد خود علامہ ہیں

☆

تازہ پھر دانشِ حاضر نے کیا سحرِ قدیم
گذر اس عہد میں ممکن نہیں بے چوبِ کلیم

عقل عیار ہے سو بھیس بنا لیتی ہے
عشق بے چارہ نہ ملا ہے' نہ زاہد' نہ حکیم!

عیشِ منزل ہے غریبانِ محبت پہ حرام
سب مسافر ہیں بظاہر' نظر آتے ہیں مقیم

ہے گراں سیر غمِ راحلہ و زاد سے تُو
کوہ و دریا سے گزرسکتے ہیں مانندِ نسیم

مردِ درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ!
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصابِ زر و سیم

بےچوبِ کلیم...... حضرت موسیٰ کے عصا کے بغیر، مراد ہے اینٹ کا جواب پتھر سے دیے بغیر
بھیس بنالینا...... روپ یا شکل بدل لینا
عیشِ منزل...... پڑاؤ کا آرام، راستے میں ستانے کی حالت
غریبانِ محبت...... محبت کے مسافر
مقیم...... قیام کیے ہوئے، ٹھہرے ہوئے۔
گراں سیر...... جب سامان کے بوجھ کی وجہ سے چلنا مشکل ہو
غمِ راحلہ وزاد...... سواری اور سفر کے خرچ کا غم
مانندِ نسیم...... صبح کی ہوا کی طرح، مراد کسی رکاوٹ اور تکلیف کے بغیر
نصابِ زر و سیم...... سونے اور چاندی کی دولت

☆

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں
ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں

تہی زندگی سے نہیں یہ فضائیں
یہاں سینکڑوں کارواں اور بھی ہیں

قناعت نہ کر عالمِ رنگ و بو پر
چمن اور بھی، آشیاں اور بھی ہیں!

اگر کھو گیا اک نشیمن تو کیا غم
مقاماتِ آہ و فغاں اور بھی ہیں!

تو شاہیں ہے، پرواز ہے کام تیرا
ترے سامنے آسماں اور بھی ہیں

تہی ......خالی
کارواں......قافلہ
قناعت کرنا......تھوڑے کو کافی سمجھنا اور اس پر صبر شکر کرنا
مقاماتِ آہ وفغاں...... مراد جدو جہد کے موقعے

اسی روز و شب میں الجھ کر نہ رہ جا
کہ تیرے زمان و مکاں اور بھی ہیں

گئے دن کہ تنہا تھا میں انجمن میں
یہاں اب مرے رازداں اور بھی ہیں

وز وشب......دن رات
ھ کررہ جانا......پھنس کررہ جانا
زمان ومکاں......وقت اور دنیا.
انجمن......محفل، مراد قوم

☆

(فرانس میں لکھے گئے)

ڈھونڈ رہا ہے فرنگ عیشِ جہاں کا دوام
وائے تمنائے خام! وائے تمنائے خام!

پیرِ حرم نے کہا سن کے مری روئداد
پختہ ہے تیری فغاں، اب نہ اسے دل میں تھام

تھا 'اَرِنی' گو کلیمؑ، میں اَرِنی گو نہیں
اس کو تقاضا روا، مجھ پہ تقاضا حرام

گرچہ ہے افشائے راز، اہلِ نظر کی فغاں
ہو نہیں سکتا کبھی شیوۂ رندانہ عام!

عیشِ جہاں...... دنیا کی راحتیں
تمنائے خام...... غلط آرزو
پیرِ حرم...... مراد مسلمان مرشد، یا اشارہ ہے شیخ عبدالقادر کی طرف جنہوں نے علامہ سے کہا تھا کہ وہ شاعری ترک نہ کریں

رُوئداد...... ماجرا، داستاں، واقعہ، کہانی
پختہ...... پکی ہوئی، مضبوط، مفید
دل میں تھامنا...... اظہار نہ کرنا، دل میں رکھنا۔
روا...... مناسب، جائز، قابلِ عمل

حلقۂ صوفی میں ذکر، بے نم و بے سوز و ساز
میں بھی رہا تشنہ کام، تو بھی رہا تشنہ کام

عشق تری انتہا، عشق مری انتہا
تو بھی ابھی ناتمام، میں بھی ابھی ناتمام

آہ! کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز
ورنہ ہے مالِ فقیر سلطنتِ روم و شام

افشائے راز...... بھید ظاہر کرنا
شیوۂ رندانہ...... رندوں یعنی عاشقوں کی عادت
بے نم...... آنسوؤں کے بغیر آنکھیں

تشنہ کام...... پیاسا ہو، مراد پیاسا یعنی جس کے جذبۂ عشق کی تسکین نہ ہوئی ہو
ناتمام...... نامکمل، مراد جو کامل نہ ہو

☆

خودی ہو علم سے محکم تو غیرتِ جبریل
اگر ہو عشق سے محکم تو صورِ اسرافیل

عذابِ دانشِ حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثلِ خلیلؑ!

فریب خوردۂ منزل ہے کارواں ورنہ
زیادہ راحتِ منزل سے ہے نشاطِ رحیل

نظر نہیں تو مرے حلقۂ سخن میں نہ بیٹھ
کہ نکتہ ہائے خودی ہیں مثالِ تیغِ اصیل

محکم......مضبوط
اس آگ میں ......اشارہ ہے علامہ کے یورپ میں تعلیم حاصل کرنے کی طرف
مثلِ خلیل...... حضرت ابراہیمؑ کی مانند

فریب خوردہ منزل......منزل کے دھوکے میں آیا ہوا
نشاطِ رحیل......روانگی کی مسرت، مراد مسلسل حرکت و عمل کا سرور
نکتہ ہائے خودی......خودی کی گہری باتیں/گہرے بھید
تیغ اصل......مضبوط اور تیز تلوار

مجھے وہ درسِ فرنگ آج یاد آتے ہیں
کہاں حضور کی لذت، کہاں حجابِ دلیل!

اندھیری شب ہے، جدا اپنے قافلے سے ہے تُو
ترے لیے ہے مرا شعلۂ نوا ، قندیل!

غریب و سادہ و رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسینؑ، ابتدا ہے اسماعیلؑ

حجابِ دلیل......دلیل کا پردہ، دلیلوں میں الجھے رہنے کا عمل
اندھیری شب......مراد غلامی کا زمانہ
شعلۂ نوا......نغمہ/فریاد مراد شاعری

داستانِ حرم......اسلام کی تاریخ
نہایت......انجام، انتہا

☆

مکتبوں میں کہیں رعنائیِ افکار بھی ہے؟
خانقاہوں میں کہیں لذتِ اسرار بھی ہے؟

منزلِ راہرواں دور بھی، دشوار بھی ہے
کوئی اس قافلہ میں قافلہ سالار بھی ہے؟

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکۂ دین و وطن
اس زمانے میں کوئی حیدرِؓ کرار بھی ہے؟

علم کی حد سے پرے بندۂ مومن کے لیے
لذتِ شوق بھی ہے، نعمتِ دیدار بھی ہے

پیرِ میخانہ یہ کہتا ہے کہ ایوانِ فرنگ
سست بنیاد بھی ہے آئینۂ دیوار بھی ہے!

یہ دور کی درس گاہ

رعنائی افکار......خیالات کا حسن/دلکشی

لذتِ اسرار......بھیدوں کی لذت

منزلِ راہ رواں......چلنے والوں ہمراد مسلمانوں کی منزل آزادی

خیبر......یہودیوں کا مشہور اور مضبوط قلعہ جسے حضرت علیؓ نے فتح

کیا تھا

لذتِ شوق...... جذبہ عشق کی لذت

نعمت دیدار......محبوب حقیقی کے جلوے کی دولت

سُست بنیاد......کمزور بنیاد والا، جلد گر جانے والا

آئینہ دیوار......شیشے کی دیوار والا، کمزور دیوار والا

☆

حادثہ وہ جو ابھی پردۂ افلاک میں ہے
عکس اس کا مرے آئینۂ ادراک میں ہے

نہ ستارے میں ہے، نے گردشِ افلاک میں ہے
تیری تقدیر مرے نالۂ بیباک میں ہے

یا مری آہ میں کوئی شررِ زندہ نہیں
یا ذرا نم ابھی تیرے خس و خاشاک میں ہے!

کیا عجب! مری نوا ہائے سحرگاہی ہے
زندہ ہو جائے وہ آتش کہ تری خاک میں ہے!

توڑ ڈالے گی یہی خاک طلسمِ شب و روز
گرچہ الجھی ہوئی تقدیر کے پیچاک میں ہے

آئینۂ ادراک......شعور کا آئینہ

نالۂ بے باک ...... بے خوف نالہ، مراد بے خوف شاعری۔
جس میں بیداری کا پیغام ہے۔

شررزندہ......سلگتی ہوئی چنگاری، مراد اس پیغام میں تاثیر

نم......نمی، مراد سمجھنے کی اہلیت میں کمی

آتش زندہ ہونا......مراد جذبوں کی آگ تیز ہونا

طلسم شب و روز......زندگی کا جادو

اُلجھی ہوئی......پھنسی ہوئی

پیچاک......پیچیدگی، الجھاؤ

☆

رہا نہ حلقۂ صوفی میں سوزِ مشتاقی
فسانہ ہائے کرامات رہ گئے باقی

خراب کوشکِ سلطان و خانقاہِ فقیر
فغاں کہ تخت و مصلّیٰ کمالِ زرّاقی

کرے گی داورِ محشر کو شرمسار اک روز
کتابِ صوفی و مُلا کی سادہ اوراقی

نہ چینی و عربی وہ، نہ رومی و شامی
سما سکا نہ دو عالم میں مردِ آفاقی

سوزِ مشتاقی......عشق کے جذبوں کی حرارت
فسنہ ہائے کرامات......کرامتوں کی فرضی کہانیاں
کوشکِ سلطان......سلطان کا محل
مُصلّیٰ......مراد صوفیوں کے حلقے

کمالِ زَرّاقی......سراسر عیاری، مکاری اور فریب
داورِ محشر......قیامت کے دن کا منصف، اللہ تعالیٰ
سادہ اَوراقی......صفحے بغیر تحریر کے ہونا، مراد جہد و عمل سے خالی زندگی

مئے شبانہ کی مستی تو ہو چکی لیکن
کھٹک رہا ہے دلوں میں کرشمۂ ساقی

چمن میں تلخ نوائی مری گوارا کر
کہ زہر بھی کبھی کرتا ہے کارِ تریاقی

عزیز تر ہے متاعِ امیر و سلطاں سے
وہ شعر جس میں ہو بجلی کا سوز و براقی

مَے شبانہ......رات کو پی ہوئی شراب، مراد وہ علوم وغیرہ جن سے اگلے مسلمانوں کی رات کی محفلیں سجتی تھیں
مستی تو ہو چکی......وہ نشہ یعنی سلسلہ تو ختم ہوا
کھٹکنا......مسلسل یاد آنا
کرشمۂ ساقی......مراد حضور اکرمؐ کی ولولہ انگیز اور حیران کن تعلیمات

چمن......ملک، وطن
تلخ نوائی......کڑوی باتیں/نصیحتیں
کارِ تریاقی......زہر کا اثر ختم کرنے کا کام
براقی......چمک

☆

ہوا نہ زور سے اس کے کوئی گریباں چاک
اگرچہ مغربیوں کا جنوں بھی تھا چالاک

مئے یقیں سے ضمیرِ حیات ہے پرسوز
نصیب مدرسہ یارب یہ آبِ آتش ناک!

عروج آدمِ خاکی کے منتظر ہیں تمام
یہ کہکشاں، یہ ستارے، یہ نیلگوں افلاک

یہی زمانۂ حاضر کی کائنات ہے کیا؟
دماغ روشن و دل تیرہ و نگہ بیباک

تو بے بصر ہو تو یہ مانعِ نگاہ بھی ہے
وگرنہ آگ ہے مومن، جہاں خس و خاشاک!

مغربیوں کا جنوں......یورپ والوں کی دیوانگی
ضمیرِ حیات......زندگی کی باطنی قوت
عروج......بلندی، ترقی
منتظر......انتظار کرنے والا/ والے

کہکشاں......وہ چند ستارے جو آسمان پر سڑک کی طرح نظر آتے ہیں
دل تیرہ......تاریک دل، عشق و مستی کے جذبوں سے خالی دل
نگہ بے باک......بے خوف یعنی شرم و حیا سے عاری نگاہ

زمانہ عقل کو سمجھا ہوا ہے مشعلِ راہ
کسے خبر کہ جنوں بھی ہے صاحبِ ادراک

جہاں تمام ہے میراث مردِ مومن کی
میرے کلام پہ حجت ہے نکتۂ ''لولاک''

بصر......بصیرت سے محروم
نگاہ......دیکھنے میں رکاوٹ

مشعل راہ......راستے کا چراغ
حجت......دلیل

☆

یوں ہاتھ نہیں آتا وہ گوہرِ یک دانہ
یک رنگی و آزادی اے ہمتِ مردانہ

یا سنجر و طغرل کا آئینِ جہانگیری
یا مردِ قلندر کے اندازِ ملوکانہ

یا حیرتِ فارابیؔ یا تاب و تبِ رومیؔ
یا فکرِ حکیمانہ یا جذبِ کلیمانہ

یا عقل کی روباہی یا عشقِ یداللّٰہی
یا حیلۂ افرنگی یا حملۂ ترکانہ

گوہرِ یک دانہ...... بے نظیر اور قیمتی موتی
یک رنگی...... مراد اتفاق اور اتحاد کی حالت
سنجر و طغرل...... ایران کے سلجوقی خاندان کے دو عظیم بادشاہ (۱۱ویں صدی عیسوی) مراد بڑی شان و دبدبہ والے حکمران
آئینِ جہانگیری...... دنیا کو فتح کرنے کا دستور
ملوکانہ...... بادشاہوں کا سا
حیرتِ فارابی...... مشہور مسلمان فلسفی محمد بن محمد طرخان (وفات ۹۵۰ء) کی حیرت، مراد فلسفیوں کی طرح حکمت کے مسائل میں الجھے رہنے کی حالت

تاب و تبِ رومی...... مولانا روم یعنی عاشقِ حقیقی کا سا سوز اور تڑپ
فکرِ حکیمانہ...... فلسفیانہ سوچ اور غور و فکر
جذبِ کلیمانہ...... مراد حضرت موسیٰ کا سا جوش و ولولہ جنہوں نے فرعون ایسے بادشاہ سے ٹکر لی
روباہی...... مکاری، عیاری
عشقِ یداللّٰہی...... سورہ الفتح آیت ۱۰ میں ہے: جو لوگ آپ کی بیعت کرتے ہیں ان پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ مراد محبوبِ حقیقی اور حضور اکرمؐ سے عشق
حملۂ ترکانہ...... ترکوں کی طرح دلیرانہ جنگ/حملہ کرنا

یا شرعِ مسلمانی یا دیر کی دربانی
یا نعرۂ مستانہ کعبہ ہو کہ بتخانہ

امیری میں، فقیری میں، شاہی میں، غلامی میں
کچھ کام نہیں بنتا بے جرأتِ رندانہ

دیر کی دربانی...... مندر کی چوکیداری، دنیا کے دھندوں میں پھنسے رہنا
نعرۂ مستانہ...... عشق کی قوت سے سرشار نعرہ

بے جراتِ رندانہ...... مرادِ مردِ مومن کی سی دلیری کے بغیر

☆

نہ تاج و تخت میں، نے لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

صنم کدہ ہے جہاں اور مردِ حق ہے خلیلؑ
یہ نکتہ وہ ہے کہ پوشیدہ لا اِلہٰ میں ہے

وہی جہاں ہے ترا جس کو تو کرے پیدا
یہ سنگ و خشت نہیں، جو تری نگاہ میں ہے!

مہ و ستارہ سے آگے مقام ہے جس کا
وہ مشتِ خاک ابھی آوارگانِ راہ میں ہے

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے
فرنگ رہگذرِ سیلِ بے پناہ میں ہے!

نے...... نہ
سنگ و خشت...... پتھر اور اینٹ، مراد یہ دنیا
مُشتِ خاک...... مٹی کی مُٹھی، انسان، انسان کامل
آوارگانِ راہ...... راستہ میں گھومنے والے، مراد جہد و عمل کرنے والے

تلاش اس کی فضاؤں میں کر نصیب اپنا
جہانِ تازہ مری آہ صبح گاہ میں ہے

مرے کدو کو غنیمت سمجھ کہ بادۂ ناب
نہ مدرسے میں ہے باقی، نہ خانقاہ میں ہے

خدایانِ بحر و بر...... مراد قضا و قدر کے وہ فرشتے جو خشکی اور سمندر پر متعین ہیں
فرنگ...... یورپ، تہذیب یورپ
سیلِ بے پناہ...... شدید قسم کا سیلاب جو سب کچھ بہا کر لے جائے
جہانِ تازہ...... نئی دنیا، نئی تہذیب یعنی اسلامی تہذیب
کدو...... مراد پیالہ
غنیمت سمجھنا...... قدر کے لائق جاننا

☆

فطرت نے نہ بخشا مجھے اندیشۂ چالاک
رکھتی ہے مگر طاقت پرواز مری خاک

وہ خاک، کہ ہے جس کا جنوں صیقلِ ادراک
وہ خاک، کہ جبریل کی ہے جس سے قبا چاک

وہ خاک، کہ پروائے نشیمن نہیں رکھتی
چنتی نہیں پہنائے چمن سے خس و خاشاک

اس خاک کو اللہ نے بخشے ہیں وہ آنسو
کرتی ہے چمک جن کی ستاروں کو عرق ناک

اندیشۂ چالاک......تیز غور و فکر

طاقت پرواز......مراد بلندی کی طرف بڑھنے کی طاقت

صَیقل ادراک......شعور اور فکر میں تیزی کا باعث

قبا چاک ہونا......کسی پر رشک ہونے کی حالت

پروائے نشیمن کرنا......ٹھکانے کی پروا کرنا، مراد حرکت و عمل سے دور رہنا

پہنائے چمن......چمن کا پھیلاؤ / وسعت دینا

عرق ناک......مراد شرمندہ

☆

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد
مری نگاہ نہیں سوئے کوفہ و بغداد

یہ مدرسہ، یہ جواں، یہ سرور و رعنائی
انہیں کے دم سے ہے میخانۂ فرنگ آباد

نہ فلسفی سے، نہ مُلا سے ہے غرض مجھ کو
یہ دل کی موت، وہ اندیشہ و نظر کا فساد!

فقیہہ شہر کی تحقیر! کیا مجال مری
مگر یہ بات کہ میں ڈھونڈتا ہوں دل کی کشاد

تازہ بستیاں......نئی آبادیاں، مراد اسلامی علوم و فنون کے نئے عظیم ادارے

دل کی موت......جذبۂ عشق سے دل کا خالی ہونا

وہ......یعنی مُلا

اندیشہ و نظر......فکر اور بصیرت

مجال......طاقت، جرأت

دل کی کشاد......مراد عشق و جذب سے دل کھل اٹھے

خرید سکتے ہیں دنیا میں عشرتِ پرویز
خدا کی دین ہے سرمایۂ غمِ فرہاد

کیے ہیں فاش، رموزِ قلندری میں نے
کہ فکرِ مدرسہ و خانقاہ ہو آزاد

رِشی کے فاقوں سے ٹوٹا نہ برہمن کا طلسم
عصا نہ ہو تو کلیمیؑ ہے کارِ بے بنیاد

عشرتِ پرویز...... مراد خسرو پرویز کا سا عیش اور شان و شوکت۔
دَین...... بخشش، انعام
غمِ فرہاد...... فرہاد، یعنی شیریں کے عاشق کا غم
فاش...... ظاہر، آشکارا، کھلا ہوا
رِشی...... مراد ہندوؤں کے سیاسی رہنما مہاتما گاندھی جنہوں نے بات بات پر بھوک ہڑتال کا چکر چلایا
برہمن...... مراد انگریز جن پر ان ہڑتالوں کا کوئی اثر نہ ہوا

☆

کی حق سے فرشتوں نے اقبالؔ کی غمازی
گستاخ ہے، کرتا ہے فطرت کی حنا بندی

خاکی ہے مگر اس کے انداز ہیں افلاکی
رومی ہے، نہ شامی ہے، کاشی، نہ سمرقندی

سِکھلائی فرشتوں کو آدم کی تڑپ اس نے
آدم کو سکھاتا ہے آدابِ خداوندی!

حنا بندی کرنا...... مراد سجانا، آراستہ کرنا
انداز اَفلاکی ہونا...... بلند طور طریقے ہونا
آدم کی تڑپ...... انسان کا سوزِ عشق
آدابِ خداوندی...... خدائی کے انداز/سلیقے

☆

نے مہرہ باقی، نے مہرہ بازی
جیتا ہے رومیؔ، ہارا ہے رازیؔ!

روشن ہے جامِ جمشید اب تک
شاہی نہیں ہے بے شیشہ بازی

دل ہے مسلماں میرا نہ تیرا
تو بھی نمازی، میں بھی نمازی!

میں جانتا ہوں انجام اس کا
جس معرکے میں مُلّا ہوں غازی!

مہرہ......شطرنج کی گوٹ
مہرہ بازی......مراد عقل وفلسفہ کے استدلالی مغالطے اور چالیں
جیتا ہے رومیؔ......(رومی: مولانا روم) مُراد عشق کو برتری حاصل ہوئی ہے
ہارا ہے رازیؔ......مراد فلسفہ و حکمت خدائی تجلیات سے بے بہرہ ہے
جامِ جمشید......ایران کے قدیم بادشاہ جمشید کا پیالہ جس میں ساری دنیا نظر آتی ہے
بے شیشہ بازی......شعبدہ بازی کے بغیر
دل مسلماں نہ ہونا......عبادت میں دل کی توجہ نہ کرنا

ترکی بھی شیریں، تازی بھی شیریں
حرفِ محبت، ترکی نہ تازی

آزر کا پیشہ خارا تراشی
کارِ خلیلاں خارا گدازی

تو زندگی ہے، پایندگی ہے
باقی ہے جو کچھ سب خاک بازی!

تازی......عربی زبان
آزر......مراد بت بنانے والا
خاراتراشی......پتھر تراشنا، سنگ تراشی، مراد بت بنانا
کارِ خلیلاں......مراد بت شکنوں کا کام
خارا گدازی......پتھر پگھلانا یعنی بُت شکنی
پائندگی......ہمیشگی، مضبوطی
خاک بازی......مٹی کا کھیل، ناپائدار

☆

گرم فغاں ہے جرس اٹھ کہ گیا قافلہ
وائے وہ رہرو کہ ہے منتظر راحلہ!

تیری طبیعت ہے اور' تیرا زمانہ ہے اور
تیرے موافق نہیں خانقہی سلسلہ!

دل ہو غلامِ خرد یا کہ امامِ خرد
سالکِ رہ ہوشیار! سخت ہے یہ مرحلہ

اس کی خودی ہے ابھی شام و سحر میں اسیر
گردش دوراں کا ہے جس کی زباں پر گلہ

تیرے نفس سے ہوئی آتشِ گل تیز تر
مرغ چمن! ہے یہی تیری نوا کا صلہ!

جرس...... قافلے کا گھنٹا، جوکوچ کے وقت بجاتے ہیں

موافق...... طبیعت کے لیے مناسب

خانقہی سلسلہ...... مراد جدو جہد سے خالی زندگی

غُلامِ خرد...... مراد صرف عقل پر چلنے والا

امامِ خرد...... عقل کا پیشوا

سالکِ رہ...... مُسافر

تیرے نفس سے...... مراد علامہ کی شاعری سے

آتشِ گل...... مراد ملت کا جوش وجذبہ

مُرغِ چمن...... مراد خود علامہ اقبال

نوا کا صلہ...... مراد شاعری کا انعام

☆

مری نوا سے ہوئے زندہ عارف و عامی
دیا ہے میں نے انہیں ذوق آتش آشامی

حرم کے پاس کوئی اعجمی ہے زمزمہ سنج
کہ تار تار ہوئے جامہ ہائے احرامی

حقیقت ابدی ہے مقام شبیریؑ
بدلتے رہتے ہیں اندازِ کوفی و شامی

مجھے یہ ڈر ہے مقامر ہیں پختہ کار بہت
نہ رنگ لائے کہیں تیرے ہاتھ کی خامی!

عامی...... عام لوگ

آتش آشامی...... مراد عشق کا سوز وجذبہ رکھنا

اعجمی...... غیر عرب، خود علامہ اقبال

زمزمہ سنج...... نغمہ الاپنے والا، پکارنے والا

تارتار ہونا...... پھٹ جانا (عشق وجذب کی علامت)

جامہ ہائے احرامی...... احرام (حاجیوں کا لباس) کے لباس، مراد ملت اسلامیہ میں جذبے اور ولولے پیدا کر دیے

حقیقتِ ابدی...... ہمیشہ قائم رہنے والی سچائی

مَقامِ شبیری...... مراد حضرت امام حسینؓ کا مرتبہ

اندازِ کوفی وشامی...... مراد باطل قوتوں کے طور طریقے

مقامر...... جواری، مراد برصغیر کے انگریز حکمران

پختہ کار...... تجربہ کار، عیار، چالاک

رنگ لانا...... بُرا نتیجہ پیدا کرنا

عجب نہیں کہ مسلماں کو پھر عطا کردیں
شکوہِ سنجر و فقرِ جنیدؒ و بسطامیؒ!

قبائے علم و ہنر لطفِ خاص ہے ، ورنہ
تری نگاہ میں تھی میری ناخوش اندامی

ہاتھ کی خامی......سادہ لوحی
شکوہِ سنجر......سنجر جیسی شان وشوکت اور دبدبہ، سلطان سنجر ایران کے سلجوقی خاندان کا ایک عظیم بادشاہ
فقرِ جُنیدؒ و بسطامیؒ......مشہور صوفی حضرت جنید بغدادیؒ (وفات ۹۱۰ء) اور عظیم صوفی حضرت بایزیدؒ بسطامی کاسا[illegible]

قبائے علم وہنر......علم وفضل اور قابلیت وغیرہ کا لباس.
لُطفِ خاص......خاص مہربانی/عنایت خداوندی
ناخوش اندامی......جسم بے ڈھنگا ہونا، مراد علم وفضل کے لائق نہ ہونا

☆

ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہِ نو
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دو

نفس کے زور سے وہ غنچہ وا ہوا بھی تو کیا
جسے نصیب نہیں آفتاب کا پرتو

نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیَرو

پنپ سکا نہ خیاباں میں لالۂ دل سوز
کہ سازگار نہیں یہ جہانِ گندم و جو

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی
ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمۂ خسروؔ

مہِ نو......پہلے دن کا چاند، ہلال
پرتو......روشنی
پاک نگاہ......دنیاوی آلودگی سے پاک اور عشق حقیقی میں ڈوبی ہوئی نگاہ
خیاباں......کیاری
لالۂ دل سوز......مراد عاشق حقیقی
جہانِ گندم وجَو......مراد یہ مادی دنیا
ایبک......مراد سلطان قطب الدین ایبک برصغیر کا پہلا مسلمان بادشاہ جو شروع میں سلطان شہاب الدین غوری کا غلام تھا۔ اس کی تعمیر کردہ عالی شان مسجد قوۃ الاسلام (قطب الاسلام) مشہور ہے۔ طبیعت کا بڑا سخی تھا۔ ۱۲۱۰ء میں گھوڑے سے گر کر فوت ہوا۔ مزار لاہور میں انارکلی بازار کے قریب ہے۔
غوری......مراد سلطان شہاب الدین غوری، غزنی کا حاکم تھا پھر برصغیر میں فتوحات کر کے یہاں ۱۱۹۴ء میں اسلامی حکومت قائم کی۔ ۱۲۰۶ء میں غزنی واپس جاتے ہوئے قتل ہوا۔
تازہ وشیریں......مراد نہ بھولنے اور نہ مٹنے والا اور پُر تاثیر
نغمۂ خسرو......مراد مشہور فارسی شاعر حضرت امیر خسروؒ کی شاعری، نام خواجہ ابوالحسن، لقب طوطی ہند، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے مرید خاص۔ فارسی شاعری میں اُن کے چار دیوان اور سات آٹھ مثنویاں ہیں۔ ۱۳۲۵ء میں انتقال ہوا۔ دہلی میں دفن ہیں۔

☆

کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحبِ ہوش!
اک جہاں اور بھی ہے جس میں نہ فردا ہے نہ دوش

کس کو معلوم ہے ہنگامہ فردا کا مقام
مسجد و مکتب و مے خانہ ہیں مدت سے خموش!

میں نے پایا ہے اسے اشک سحر گاہی میں
جس درِ تاب سے خالی ہے صدف کی آغوش

نئی تہذیب تکلف کے سوا کچھ بھی نہیں
چہرہ روشن ہو تو کیا حاجت گلگونہ فروش

صاحبِ ساز کو لازم ہے کہ غافل نہ رہے
گاہے گاہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش

فردا......آنے والا کل
دوش......گزرا ہوا کل
ہنگامۂ فردا......مستقبل کا ہنگامہ
مسجد......مراد مذہبی ادارے
دُرِ تاب......خالص موتی
چہرہ روشن ہونا......مراد اندر/باطن روشن ہونا

گلگونہ فروش......سرخی پاؤڈر بیچنے والا
صاحبِ ساز......ساز بجانے والا
گاہے گاہے......کبھی کبھی
غلط آہنگ......غلط سُر، غلط لَے
سروش......فرشتہ، مراد الہام یا کشف

☆

تھا جہاں مدرسۂ شیری و شاہنشاہی
آج ان خانقہوں میں ہے فقط روباہی

نظر آئی نہ مجھے قافلہ سالاروں میں
وہ شبانی کہ ہے تمہید کلیم اللٰہی

لذت نغمہ کہاں مرغ خوش الحاں کے لیے
آہ! اس باغ میں کرتا ہے نفس کوتاہی

ایک سرمستی و حیرت ہے سراپا تاریک
ایک سرمستی و حیرت ہے تمام آگاہی!

صفت برق چمکتا ہے مرا فکر بلند
کہ بھٹکتے نہ پھریں ظلمت شب میں راہی

مدرسۂ شیری و شاہنشاہی......جوانمردی و حکمرانی کی تربیت گاہ
شبانی......جانور چرانے کا کام
تمہید......آغاز کلام
خوش الحان......اچھی آواز والا
سرمستی و حیرت......مراد جہد و عمل اور جذبوں سے خالی،

(دوسرے مصرع میں اسی لفظ کا مطلب عشق ہے)
تمام آگاہی......پورے طور پر باخبر
صفتِ برق......بجلی کی طرح
فکرِ بلند......عظیم تخیل، مراد شاعری
بھٹکنا......راستہ بھولنا

☆

ہے یاد مجھے نکتۂ سلمانِ خوش آہنگ
دنیا نہیں مردان جفاکش کے لیے تنگ

چیتے کا جگر چاہیے، شاہیں کا تجسس
جی سکتے ہیں بے روشنی دانش و فرہنگ!

کر بلبل و طاؤس کی تقلید سے توبہ
بلبل فقط آواز ہے، طاؤس فقط رنگ

نکتہ...... گہری بات

سلمان...... مراد فارسی کا مشہور شاعر مسعود بن سعد بن سلمان (۱۰۴۶ء۔۱۱۲۵ء) لاہور میں پیدا ہوا۔ شاہ غزنی نے اسے غلط الزامات کی بنا پر قید کرلیا۔ پھر اک قصیدے پر اسے رہا کردیا۔

خوش آہنگ...... اچھے لہجے یعنی اچھی شاعری والا

مردانِ جفاکش...... محنت اور جدوجہد کرنے والے لوگ، محنتی

شاہین کا تجسس...... مراد شاہین کی سی تیز نگاہی